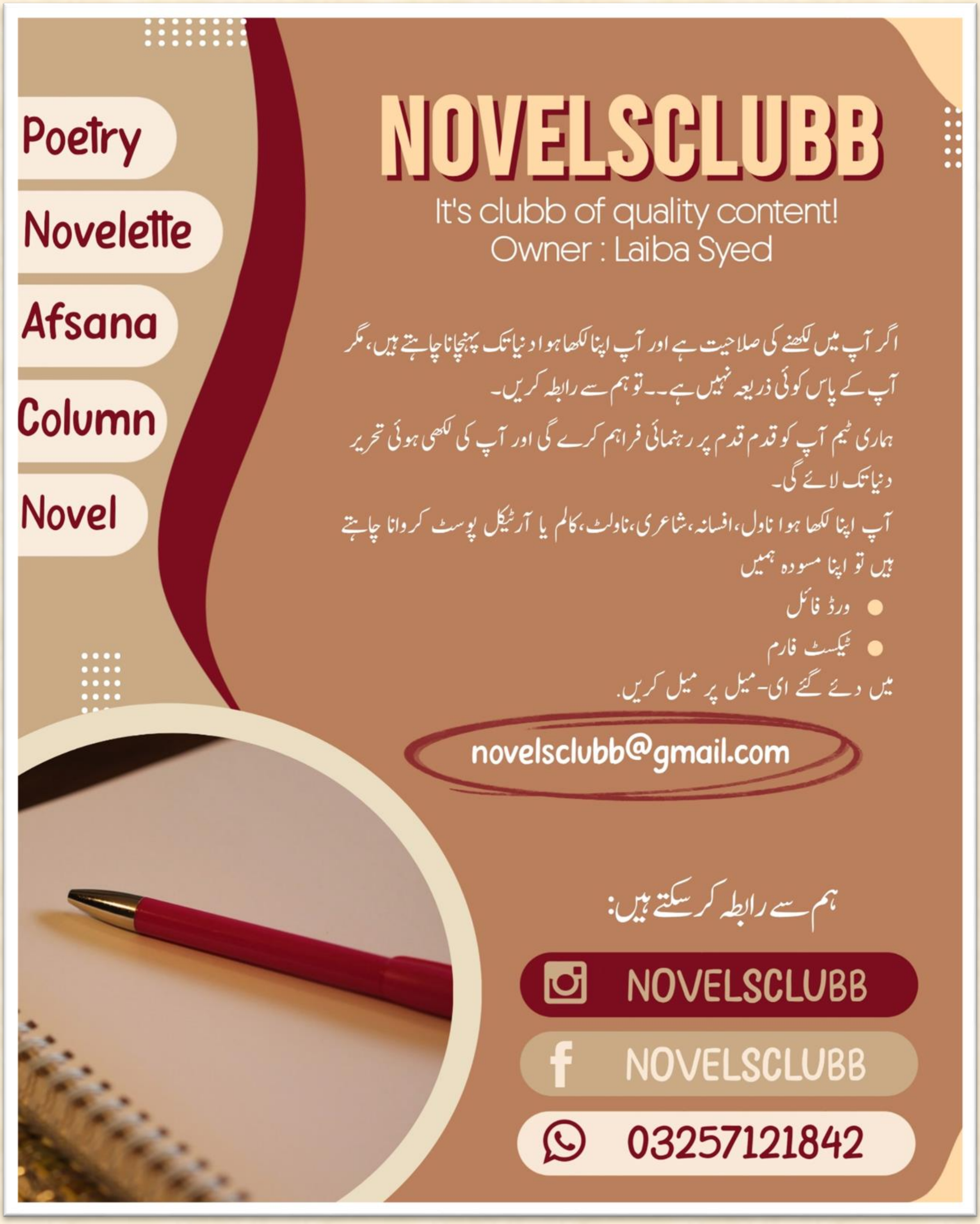
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

شبِ انتظار

از قلم

عینا بیگ

Clubb of Quality Content!

دوسرا باب

ٹھنڈی تیز بارش ہو رہی تھی۔ماحول میں ایک دھن تھی۔۔ایک جانی پہچانی دھن۔۔ایک خوبصورت ساز! دل کو نور سے بھر دینے والی آواز اور ٹھنڈ کا ہلکا ہلکا احساس۔۔چادر سلوٹ زدہ تھی۔لحاف بستر سے نیچے گر چکا تھا۔پنکھا ہلکی ہلکی رفتار سے گھومتا ماحول میں گدگداہٹ پیدا کر رہا تھا۔آج دن پچھلے دنوں کے مقابلے میں بے پناہ روشن تھا۔پتا نہیں روشن مشکل لفظ تھا۔وہ چھوٹا پانچ سال کا بچہ بار بار کسمسا رہا تھا۔باہر برستی بارش یکدم ہی تیز ہوئی تھی۔۔اتنی تیز کہ ماحول میں پیچھے آتی دھن کے ساتھ ایک آواز چھپائی تھی۔

"جلدی اٹھو! جلدی اٹھو!" کسی نے اسے گود میں بھر لیا تھا۔

"میری آج چھٹی ہے۔۔" وہ رو دینے کو ہوا اور گود سے اترنے لگا۔صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ سورج تو اب بارش کی وجہ سے غائب ہی رہنے والا تھا۔

"چھٹی والے دن دیر تک سونے میں کیا ہی مزہ؟ چلو بارش ہو رہی ہے۔بعد میں نہ کہنا کہ بتایا نہیں۔۔" اس کی آنکھیں پوری کھلی ہوئی نہیں تھی مگر وہ یہ آواز اندر تک محسوس کر سکتا تھا۔ اس نے بمشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنی چاہیں۔اس قدر روشنی تھی کہ جی چاہا کہ آنکھیں میچ لے۔یہ روشنی کیوں تھی آخر؟ اتنی روشنی؟

"بارش ہو رہی ہے؟" اس نے زبردستی آنکھیں کھول لیں۔

"ہاں نا۔ جانے کتنی دیر سے ہو رہی ہے۔" یکدم ہی بادلوں کے گرجنے کی آواز آئی۔ وہ لپٹ کر ماں کی گود میں دبک کر بیٹھ گیا۔ چہرہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اسے ماں کے ہنسنے کی آواز آئی۔

"صرف بادل ہیں۔" انہوں نے بچے کو خود سے مزید قریب کر لیا۔

"مگر گرج رہے ہیں۔" وہ ویسے ہی لپٹا رہا۔

"ان کا کام ہے گرجنا۔۔ تیز بارش کی علامت ہے!" اس کے گال پیار سے کھینچتے ہوئے اس کے بالوں کو پیشانی سے پیچھے سرکانے لگیں۔

"مجھے بھی جانا ہے۔" وہ اٹھ کر تقریباً بھاگتا ہوا باہر بھاگا۔ ماں بھی پیچھے بھاگنے لگی۔ وہ عورت کسی طور بھی پانچ سال کے بچے کی ماں نہیں لگتی تھی۔ شاید یہ جلدی شادی کا نتیجہ تھا۔ وہ اسے لیے بارش میں جھومتی رہی۔۔ کھلکھلاہٹ بڑھتی چلی گئی۔ اب بہت ساری آوازیں ایک ساتھ گونج رہی تھیں۔ ماں کی کھلکھلاہٹ اور چھیڑ چھاڑ، بچے کی شوخ ہنسی اور شرارت، تیز بارش اور ہاں وہ۔۔ وہ ایک دھن! جو ماں کے پسندیدہ ریڈیو پر چلتی ہی رہتی تھی۔ وہ ایک دھن جو ماں کی قربت کا احساس دلاتی تھی۔ وہی ایک دھن جس سے ماں کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا۔ وہ میلوں دور بھی ہوتا تو سمجھ جاتا ماں قریب ہے۔ وہ گھر آ گیا تھا۔ زندگی خوبصورت تھی۔ نہیں خوبصورت

چھوٹا لفظ تھا۔ زندگی 'حسین' تھی۔۔بے جا پر سکون اور نہایت آرام دہ! سینے میں پریشانی کا ایک بال بھی نہیں تھا۔ اتنا چین۔۔اتنا سکون؟ وہ سب ایک برا خواب تھا۔ سالوں لمبا خواب جو صدیوں سا محسوس ہوتا تھا۔ اس خواب کو دیکھنے کے لیے وہ کتنے سال سویا ہوگا؟ برے خواب ہمیشہ طویل ہوتے ہیں۔ ماں کی قربت اس کو نصیب تھی اور زندگی ہر مشکل سے کوسوں دور تھی۔ پچھلے تمام باب جھوٹے تھے۔۔ محض ایک خواب! جاگا تو وہ اب تھا۔۔اور ماں ہمیشہ اپنے اندر سمٹا لیتی تھی۔ ہر برا خواب جیسے وہ ماں کو سناتا تھا اور ان کو دعائیں پڑھ کر خود پر پھونکنے دیا کرتا تھا۔ ہنستا مسکراتا ماں کو چھیڑتا وہ کب ماں کے لمس سے دور ہوا تھا؟ وہ ایک خواب تھا۔۔ایک برا خیال! اب وہ اٹھ گیا تھا۔ اب وہ ماں کو بتانے والا تھا۔ اب وہ سب کہنے والا تھا۔۔وہ سیاہی سے لپٹی راتیں ماں کو بتا کر ان کی گود میں سر رکھ سکتا تھا۔ وہ یقیناً اسے نیند سے قبل دعائیں پڑھنے کی نصیحت کرنے والی تھیں۔ یہی تو ہوتا آیا ہے۔۔اور یہی ہوگا۔ وہ برا خواب محض ایک خواب ہے۔۔ مگر اسے خوشی ہے کہ وہ اپنے اصل آپ میں اٹھ چکا تھا۔ پانچ سالہ ویجی۔۔ چوبیس سالہ مائرہ! زندگی شیشے کی طرح صاف تھی! نہ دل میں کسی کے لیے بغض تھا اور نہ کسی کی چاہت کی تڑپ! اسے صرف ماں چاہیے تھی۔۔اسے صرف ماں عزیز تھی! مگر یہ کیا ہو رہا تھا؟ یہ روشنی کیوں دور ہو رہی تھی؟ یہ اندھیرہ۔۔یہ۔۔ سانسیں گھٹنے لگیں۔ یہ اندھیرہ مجھے اپنے اندر کھانا

چاہتا ہے۔ یہ مجھے کھا لے گا۔ مجھے روشنی سے دور نہیں ہونا چاہیے۔ ایک لاحاصل کے پیچھے وہ وجود بھاگنے لگا۔ یہ عمر اتنی جلدی کیسے بڑھ گئی؟ نہیں۔۔ نہیں مجھے وہاں جانا ہے۔۔ مجھے اس آغوش میں لوٹنا ہے۔ اندھیرہ چھا رہا تھا۔ اس کے بدن کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ اس نے چیخنا چاہا مگر آواز حلق میں پھنس گئی۔ زمین سے نکلتی ایک بیل اس کا گلہ جکڑ گئی۔ وہ اپنا گلا پکڑ کر چھڑانے کی کوشش کرتا رہا۔ مجھے یہاں سے نکلنا ہے۔۔ وہ روشنی دور جا رہی ہے۔۔ مجھے اندھیرے میں نہیں رہنا۔۔ اماں! میں۔۔ میں مر جاؤں گا۔ یہ بیل مجھے زمین کے اندر کھینچ رہی ہے۔ آواز ماں کی بہت دور سے آ رہی تھی۔ "وجیح! میرا پیارا بیٹا! میرا پیارا چاند وجیح!" یہ آواز کیوں مدھم ہو رہی ہے۔۔ اماں میں دور ہو رہا ہوں۔ اماں مجھے دور نہ ہونے دیں۔ مجھے تھام لیں اماں۔۔ میں ڈوب جاؤں گا۔۔ یہ کیسی زمین تھی جس کے اندر سے پانی کا فوارہ نکلا تھا۔ وہ جگہ پانی سے بھر رہی تھی اور پانی حلق تک آ چکا تھا۔ روشنی دھیرے دھیرے غائب ہو گئی اور پانی سر تک آ گیا۔ آواز مکمل ختم ہو گئی اور امید بھی۔۔ شمع بجھ گیا۔ مگر وہ دھن تھی جو ہلکی ہلکی کانوں میں بج رہی تھی جب اس کی آنکھ کسی خوف و خطر سے جلدی سے کھلیں۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کے گلے پر تھے جیسے ناگوار واقعیت کی بیل نے اس کا گلا اب بھی جکڑ رکھا ہو۔ یہ کیا ہوا۔۔ وہ اس بھیانک خواب میں دوبارہ آ گیا جس کو وہ زندگی کہتا تھا۔

---☆☆☆---

یہ رات پچھلی راتوں سے زیادہ سیاہ تھی۔ تیز ہوا درختوں کی شاخوں کو دھیرے سے ہلاتی ہلکی آواز پیدا کر رہی تھی۔ وہ لان میں ایک کرسی پر بیٹھا اور دوسری کرسی پر پاؤں جمائے ہوئے تھا۔

گھڑی تین بجا رہی تھی۔ اس نے سگریٹ کا دھواں ہوا میں چھوڑتے ہوئے گردن پھیر کر اوپر دیکھا۔ وہ ایک کمرہ جس کی کھڑکی لان کی جانب کھلتی تھی اور اس کھڑکی پر دونوں بازو جمائے بیٹھی وہ لڑکی جو پچھلی دو راتوں سے معمول کے برعکس زندگی گزار رہی تھی۔ گزرے دو دن ناقابلِ برداشت تھے۔ اعوان ہاؤس میں صفِ ماتم بچھا ہوا تھا اور اس پر دوہری تکلیف یہ کہ مرنے والے کا آخری دیدار تک چھین لیا گیا۔ زمل چیخ چیخ کر نہ بھی بتاتی تو بھی اسے یقین تھا کہ یہ ایک قتل ہے۔ وہ کبھی اپنے گھر والوں سے منہ نہیں موڑ سکتی تھی۔ مراد نے گہری سانس باہر خارج کی اور دکھتی آنکھوں پر ہاتھ رکھ گیا۔ پچھلے دو دنوں سے ابی و جیج کو پکار رہے تھے۔ دو دنوں سے وہ ہر اس چیز کو اپنے پاس بلا رہے تھے جو مائرہ سے جڑی تھی۔

"وہ اپنے باپ سے ناراض ہو گی۔" اسے ان کا پھوٹ پھوٹ کر رونا یاد تھا۔

"وہ آپ سے کیوں ناراض ہو گی؟" لبنیٰ تائی سمجھاتے سمجھاتے نہ تھک رہی تھیں۔ "وہ آپ سے ناراض نہیں ہو سکتی تھی ابی۔"

"اسے باپ یاد تو آتا ہو گا نا۔ وہ اس اندھیری جگہ میں تنہا ہو گی۔ میں نے اپنی بیٹی کو لاڈ سے پالا ہے۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے اپنی دوسری اولاد کھو دی۔" وہ تمام رات سسکتے رہے تھے۔ صحیح تو کہتے تھے۔۔ پہلے ریحان کی موت سب کو جھنجھوڑ گئی اور اب مائرہ کا خیال ہی سب کو زندہ در گور کر رہا تھا۔ "وہ میری بچی۔۔ وہ خودکشی نہیں کر سکتی۔" مراد کا بدن جل رہا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا اسے آگ میں جھونک دیا گیا ہو۔ اس کی نظروں کے سامنے سے مائرہ کو مار دیا گیا اور وہ کچھ کر بھی نہ سکا۔ یہ گلٹ اندر ہی اندر اسے کاٹ رہا تھا۔

"ابی صبر کریں۔" اسے عابد بھائی کی آواز آئی۔

جہانگیر خان اس بلا کا نام تھا جس نے مائرہ اعوان کو ثابت نگل لیا تھا۔ اسے سانسیں پھنستی ہوئی محسوس ہوئی۔ اپنا آپ قدرے مجبور محسوس ہوا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اب کس سے لڑنے کے وعدے کرتا۔ شہر کا بڑا سیاستدان۔۔ معروف شخصیت۔۔ اس کے دونوں چہرے گھناؤنے تھے۔ اس نے وجیح کی چیٹ کھولی اور بھیجے ہوئے میسجز دیکھنے لگا۔ ان دو دنوں میں اس نے کتنے سارے میسجز کیے تھے۔ وہ اسے ابی کی خاطر بلانا چاہتا تھا۔ آج پہلی بار مراد کو وجیح پر ویسے پیار آیا جیسے کسی چاچا کو اپنے بھتیجے پر آتا ہے۔ جی چاہا اسے کس کر گلے سے لگا لے۔ زمل اب بھی ویسے ہی بیٹھی تھی اور باہر دیکھ رہی تھی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ پچھلے تین گھنٹوں سے وہ ایسے

ہی بیٹھا تھا اور پچھلے تین گھنٹوں سے وقتاً فوقتاً اوپر اس کی موجودگی محسوس کرتا رہا تھا۔ صبح سے لبنی نے سینکڑوں بار اس کا دروازہ بجایا تھا مگر اس نے ایک بار بھی نہیں کھولا تھا۔ شاہ ویز اسے پکار پکار کر تھک چکا تھا۔ میت والے گھر میں زمل کی طبیعت نے سب کو فکر مند کر رکھا تھا۔ اس نے حذیفہ کو پچھلی دوراتوں سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی اس کا خیال کوئی نہ کوئی رکھ ہی لے گا۔

"زمل کو بھی دیکھ لو کوئی۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہیں بے ہوش نہ ہو گئی ہو۔ کوئی حل سمجھ نہیں آرہا مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔" شاہ ویز لاؤنج سے ہوتا ہوا باہر آیا تھا۔ اس کی پیشانی پر گہرے بل تھے۔ وہ واقعی فکر مند تھا۔ مراد نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے شاہ ویز کو نگاہوں سے اوپر کی جانب اشارہ کیا۔ شاہ ویز کی نگاہوں نے اشارے کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ کھڑکی پر دونوں بازو ٹکائے وہ بے جان حالت میں باہر دیکھ رہی تھی۔

"زمل؟" وہ بلند آواز میں حیرانی سے بولا۔ زمل ویسے ہی بے سدھ پڑی رہی۔ "زمل ادھر مجھے دیکھو!" زمل نے حرکت دکھائی اور نیچے دیکھنے لگی۔ وہ مراد کی موجودگی سے واقف تھی۔ "کچھ کھا لو۔ میں تمہارے لیے باہر سے کھانا لایا تھا۔ دیکھو خود سے دشمنی نہ کرو۔ بھائی کی بات مان لو۔ ہم سب بہت پریشان رہے ہیں پورا دن۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو۔۔ میں اوپر آرہا ہوں۔ دروازہ کھولنا پلیز۔۔" وہ تیزی سے اوپر بڑھا جبکہ مراد اب بھی زمل کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے ہی تک رہی

Clubb of Quality Content

تھی۔ بنا تاثر کے اسے بے جان آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ شاہ ویز یقیناً اس کا دروازہ بجا رہا تھا مگر اس نے کھولا نہیں تھا۔ مراد نے آنکھوں ہی آنکھوں میں منانے کی کوشش کی تھی مگر وہ سب رد کرتی ہوئی کھڑکی بند کر گئی تھی۔

---☆☆☆---

مائرہ کو جدا ہوئے پانچ دن بیت گئے۔ وجیح کا اب تک کچھ اتا پتا نہیں تھا۔ مراد اس کے آفس کے دو چکر بھی لگا چکا تھا مگر قاسم نے بتایا تھا کہ وہ پچھلے تین چار دنوں سے آفس ہی نہیں آیا تھا۔ اس نے مزید مزحمت نہ کی۔ ناشتے کی میز پر وہ ابی کی وہیل چیئر کھینچتا لایا تھا۔ اس حادثے نے انہیں بے حد کمزور کر دیا تھا۔ ڈاکٹر نے سختی سے چلنے کو منع کیا تھا اور ساتھ لاتعداد تاکیدیں بھی کی تھیں۔ آج کچن میں رباب تھی کیونکہ لبنیٰ تائی پچھلی کچھ راتوں سے ابی کی تیمارداری کے باعث جاگی رہی تھیں۔ تایا ابا بھی میز پر ابی کے ساتھ موجود تھے۔ شاہ ویز زینے اتر کر نیچے آیا تھا۔

"ناشتہ باہر سے لانا ہے؟" پچھلے دو دنوں سے ناشتہ باہر سے آرہا تھا۔

"نہیں ضرورت نہیں۔ میں بنا رہی ہوں۔" رباب کی آواز کچن سے آئی تھی۔ شاہ ویز کچھ چونکا تھا۔ ابھی تو ان کی شادی کو ایک ہفتہ بھی مکمل نہ ہوا تھا۔ وہ کچن میں چلا آیا۔

"کیا بنا رہی ہو؟" لہجہ سادہ تھا۔

"پراٹھے اور چائے چڑھادی ہے۔ کل غازی بھائی جیم لے آئے تھے۔ آپ مکھن فریج سے نکال کر جیم کے ساتھ میز پر رکھ دیں۔" وہ مصروف تھی اور وہ اسے تک رہا تھا۔ بالوں میں ہلکا سا کیچر لگا تھا اور وہ کھل کر کمر پر بکھرے ہوئے تھے۔

"میں باہر سے لے آتا ہوں سارا سامان۔۔ تمہیں کچھ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔" رباب اس کی بات پر پلٹ کر اس کا بے تاثر لہجہ دیکھنے لگی۔

"مجھے اس گھر سے الگ کیوں کر رہے ہیں؟" وہ جیسے اسے ڈانٹ رہی تھی۔ شاہ ویز کسی بحث میں پڑے بغیر پلٹ گیا۔ آج بالآخر صبح کے وقت زمل باہر نکلی تھی۔ کمزور اور بیمار۔۔

"زمل۔۔ آجاؤ! یہاں بیٹھو۔" اس کی حالت ناقابل برداشت تھی۔ وہ بے سدھ معلوم ہوتی تھی۔ اس کے یوں ظاہر ہونے پر حذیفہ نے اس کے گلے سے آلگا تھا۔ زمل کو محسوس ہوا کہ وہ پچھلے چند دنوں میں زمل سے اگنور رہا تھا۔

"تم اسکول گئے تھے؟" اس کے بالوں میں دھیرے سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ پیار سے پوچھنے لگی۔

"نہیں۔۔ آپ بھی تو باہر نہیں آئیں۔ میں نے آپ کو بہت یاد کیا۔ یہاں کوئی بات ہی نہیں کرتا۔" وہ روہانسا ہو گیا تھا۔ زمل نے اسے پیار سے پچکارا اور ساتھ بٹھالیا۔ شاہ ویز دیکھ رہا تھا۔

"تم فکر نہیں کرو زمل! میں خود کل حذیفہ کو تیار کروا دوں گی۔ پچھلے دنوں حالات ایسے رہے کہ بھجوانا مناسب نہیں لگا۔" رباب نے باہر چائے کی ٹرے میز پر رکھی تھی۔ شاہ ویز نے بیٹھتے ہوئے اپنی بیوی کو دیکھا جواب ہلکا جوڑا باندھ چکی تھی۔ لٹیں کیچر سے نکلتی ہوئیں چہرے پر لہرا رہی تھیں۔ تایا ابو اپنی نئی بہو کو دیکھنے لگے جن پر انہیں اپنے بیٹے سے درجنوں سوال تھے مگر وہ موقع کی وجہ سے خاموش تھے۔ انہوں نے ایک نظر شاہ ویز کو دیکھا جو ان کا یوں دیکھنا محسوس کر چکا تھا۔ وہ بے تاثر تھا کیونکہ وہ بے خوف بھی تھا۔

"آئم سوری رباب کہ تمہیں اتنی جلدی کچن میں جانا پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ ایک مہینہ میں خود سنبھالوں گی مگر۔۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر بچھا کر کندھے اچکا گئی۔

"ارے کوئی بات نہیں۔۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اتنا تو کر سکتے ہیں نازمل۔۔" وہ اس کی بے حال حالت پر پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "تمہیں کچھ فکر کرنے کی ضرورت نہیں بس اپنی صحت پر توجہ دو جو کتنی گر گئی ہے۔" اس کے سامنے فریش جوس کا گلاس بھر کر پینے کی تاکید کرتے ہوئے وہ کچن میں چلی گئی تھی۔ زمل نے شاہ ویز کو دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرائی تھی اور جواباً شاہ ویز بھی مسکرایا تھا۔

---☆☆☆---

پچھلے کئی دنوں سے وہ مراد سے ضد کر رہی تھی۔

"تم ایموشنل ہو رہی ہو اور کچھ نہیں! میں ایسا نہیں کروں گا۔" وہ بپھرا ہوا تھا۔

"اگر آپ نہیں مدد کریں تو میں یہ کام خود بھی کر سکتی ہوں۔" اسی دم مراد نے اس کا یوں سخت ہونا محسوس کیا تھا۔ مائرہ کی موت گویا اس کی کھلکھلاہٹ بھی لے گئی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے! تمہیں معلوم ہے اس کا انجام کیا ہو سکتا ہے؟ میں کیسے تمہیں جہانگیر ولا چھوڑ دوں؟ اس گھر میں ایک ایسے آدمی کے پاس کیسے بھیج دوں جو میری بہن کی خوشیاں تک کھا گیا؟ میرا دل بہن کی موت اب تک برداشت نہیں کر پایا ہے میں کوئی دوسرا سانحہ برداشت نہیں کر سکتا۔ مجبوریوں کے باعث میں کس قدر پھنسا ہوا ہوں تمہیں خیال ہے، زمل؟" وہ غصے سے بولا۔

"آپ نے کہا تھا کہ پھوپھو کے انتقال پر جہانگیر خان نے خاص میرا نام لیا تھا۔ آپ نے کہا تھا کہ انہوں نے مجھے ولا میں آنے کی اجازت دی تھی۔ مجھے جانا ہے چاچا۔" وہ روہانسی ہو گئی۔ میں مائرہ پھوپھو کا کچھ سامان لے کر آجاؤں گی ورنہ وہ شخص سب پھینک ہی تو دے گا۔ ہمارے پاس کچھ یادیں رہ جائیں گی۔ پلیز مجھے لے چلیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر مجھے کچھ معمول کے برعکس

محسوس ہوا تو میں آپ کو میسج کر دوں گی۔ آپ باہر ہی ٹھہرے رہیے گا۔" وہ بچوں کی طرح ضد کرنے لگی۔ اس کا آنسوؤں میں زد آئے چہرے پر وہ بالآخر مان گیا۔

"ٹھیک ہے کچھ کرتے ہیں۔" وہ جلدی میں تھا اور دل اب بھی بے چین تھا۔ گاڑی کی چابی اٹھاتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔ زمل کا دل کافی ہلکا ہوا تھا۔

---☆☆☆---

ایک ہفتہ بیت چکا تھا اور وجیح سے اب تک کسی کا کانٹیکٹ نہیں تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ غائب ہو گیا ہو۔ زمل نے خود بھی وجیح کو اب تک کوئی ٹیکسٹ نہیں کیا تھا۔ وہ نہیں جان سکتی تھی وہ کس کرب میں تھا۔

"دھیان سے جانا۔" گاڑی ولا سے کچھ دور پارک کر کے مراد نے ایک آخری تاکید کی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی ولا کی جانب بڑھ گئی۔ مراد کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ پانچ منٹ بعد اس نے زمل کو ولا کے اندر جاتے دیکھا تھا۔ جانے کیوں ایک انجانا سا خوف تھا۔ اندر جہانگیر خان تھا اور یہی ایک خوف تھا۔

"کیسی ہو بیٹا؟" جہانگیر خان کے لبوں پر البتہ پوری مسکراہٹ تھی۔ زمل مسکرا بھی نہ سکی۔

نالز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا میں۔۔ میں پھوپھو کا ضروری سامان دیکھ سکتی ہوں؟" اس کے لیے نظریں ملانا مشکل ہو رہا تھا۔ چہرہ دیکھتے ہی اسے جہانگیر سے نفرت ہوئی تھی۔

"کیوں نہیں۔ تم چاہو تو اس کا سامان لے سکتی ہو۔ اوپر چلے جاؤ۔ ملازمہ کمرے سے سامان خالی کرنے والی ہے۔" لاؤنج میں ٹی وی بلند آواز میں چل رہا تھا۔ کچن میں باورچن رات کے اہتمام کی تیاری کر رہی تھیں۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ چند دنوں پہلے یہاں ایک موت ہوئی ہے۔ اس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ آنسوؤں پر ضبط کرتی تیزی سے اوپر کی جانب بڑھ گئی۔ پیچھے اسے جہانگیر کے گنگنانے کی آواز آ رہی تھی۔

"وہاں نہیں۔۔ یہ رہا مائرہ بی بی کا کمرہ۔" وہ جہانگیر کے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی جب ملازمہ نے اسے روکا۔ زمل نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ یہ وہی ملازمہ تھی جس کو مائرہ کے خیال کے لیے رکھا گیا تھا۔

"کمرہ تو وہ ہے۔۔" زمل نے حیرانی سے جہانگیر کے کمرے کی جانب اشارہ کیا۔

"نہیں کچھ وقت پہلے مائرہ بی بی کا کمرہ بدل گیا تھا۔ ان کا سارا سامان بھی یہیں ہے۔" وہ اسے کمرہ دکھانے لگی۔ مائرہ کی جائے نماز سے لے کر ہیئر برش تک۔۔ سب اسی کمرے میں تھا۔ وہ سنگھار میز کی جانب آئی جہاں چند پرفیومز کی بوتلیں رکھی تھیں۔ اس نے اٹھا کر ان کی خوشبو سونگھنی

چاہی۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اسے لگا جیسے مائرہ آس پاس ہو۔۔ جیسے گزری ہو۔ یہ مائرہ کی خوشبو تھی۔ وہ بستر پر بیٹھ کر مائرہ کی موجودگی محسوس کرنے لگی۔ اس نے پرفیوم سمیت کافی چھوٹی چیزیں اپنے بیگ میں ڈال دی تھیں۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ ملازمہ غائب ہو گئی۔ وہ وہاں تقریباً دس منٹ سن حال میں بیٹھی رہی تھی جب مراد کی اس کے موبائل پر کال آئی۔

"میں آرہی ہوں۔" آواز بھیگی ہوئی تھی۔ مراد نے کچھ کہے بغیر کال رکھ دی تھی۔

"اس کی کافی ساری چیزیں ہیں۔ تم لے جانا چاہو تو لے سکتی ہو۔" عقب سے بھاری آواز ابھری تھی۔ وہ جہانگیر خان ہی تھا۔ "آخری وقت وہ تمہیں بہت یاد کر رہی تھی۔ آخر کو اس کی لاڈلی بھتیجی ہو۔ اتنا اس نے صرف اپنی اولاد کو ہی چاہا ہو گا۔" وہ کمرے پر نظر دوڑا رہے تھے۔ "جانے کی جلدی تو نہیں ہے نا؟ آجاؤ ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کر لیتے ہیں۔ آج پوریاں گھر میں ہی بنائی گئی ہیں اور میٹھے میں حلوہ بھی ہے۔ چاہو تو تھوڑا میٹھا گھر والوں کو کھلا دینا۔ آج کافی دنوں بعد ہم بہت خوش ہیں۔" وہ گنگناتے ہوئے پلٹ گئے اور تکلیف کے مارے زمل کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

وہ تیزی سے اٹھ کر باہر نکلنے لگی جب دروازہ سے اندر آتی ملازمہ سے ٹکرا گئی۔

"مجھے معاف کرنا۔" وہ وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔ سیڑھیوں کی جانب بڑھ ہی رہی تھی جب ملازمہ نے اسے تیزی سے بڑھ کر آہستہ آواز میں روکا۔

"یہ مائرہ بی بی کی امانت!" وہ مائرہ کے نام پر رکی۔

"کیا؟ کون سی امانت؟" اس نے پلٹ کر ملازمہ کو چند پیپرز تھامے دیکھا۔ اس کی ہڈیوں میں سنسناہٹ سی دوڑی۔

"بیگم صاحب نے آخری وقت میں یہ چند کاغذات میرے حوالے کیے تھے۔" اس نے وہ آگے بڑھائے۔ زمل نے جلدی سے پکڑ کر ان پر نظر دوڑائی تھی۔ وہ مائرہ کی لکھائی تھی۔ "یہ وہ آخری کے کچھ عرصہ آپ کے لیے لکھتی رہی ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو تب دوں جب جہانگیر صاحب کا ظلم ختم ہو جائے۔" جہانگیر خان کا ذکر اس نے خفیہ انداز میں آہستگی سے کیا تھا۔ وہ ہلکی آواز اس کی ہڈیوں میں ایک عجیب لہر سی دوڑا گئی۔ "ظلم ختم ہو گیا! اب آپ کے حوالے۔" وہ ادھر ادھر ہو گئی۔ جہانگیر خان کی آواز کہیں بہت قریب سے آ رہی تھی۔ اس نے تیزی سے وہ کاغذات بیگ میں رکھے اور تیزی سے نکلتی چلی گئی۔ دو چار بار جہانگیر نے آواز دی تھی مگر وہ رکی نہیں تھی۔ اس نے طویل سانس گاڑی میں بیٹھ کر بھری تھی۔۔۔۔☆☆☆۔۔۔

'مجھے خوف مارتا ہے۔ زمل! میری پیاری بیٹی! میرے دل کی چاہ! میرا دوسرا خوبصورت روپ! مجھے معاف کر دو۔ اپنی پھوپھو کو معاف کر دو۔ میرا تم سے سخت رویہ راتوں کو گھنٹوں جگاتا ہے۔ کسی کروٹ چین نہیں ہے۔ رات کے اس پہر بھی لاتعداد بار کروٹ لینے کے بعد بھی نیند

آنکھوں سے کوسوں دور ہے۔ مجھے زندگی نے کبھی اس طرح نہیں ڈرایا جتنا ان دنوں میرا بدن خوف سے لرزتا ہے۔ شاید۔۔ پتا نہیں۔۔ پتا نہیں کیا کمی ہے زمل! میری سب سے بڑی کمی وجیح ہے زمل۔۔ مجھے ایک بہت بڑا قرض ادا کرنا تھا۔ یہ خط تمہیں تب ملے گا جب میں چاہوں گی۔ میری موت اس کی شرط ہے۔ اگر یہ الفاظ تم پڑھ رہی ہو تو جان لو کہ میں زمین کے اوپر نہیں' زمین کے کئی فٹ نیچے دفنادی گئی ہوں۔ موت جو جسم میں ایک خوف کی سی سنسناہٹ دوڑادیتی تھی' اب ایک عمر گزار کے معلوم پڑا ہے کہ جو گزار آئے وہ موت ہے۔۔ اب تاقیامت مجھے ایک گہری نیند کی چاہ ہے جہاں جہانگیر کا سایہ بھی نہ ہو۔ جانتی ہو زمل! اس شخص کو اگر خبر ہو جائے کہ چھ فٹ اندر دفن ہونے کے بعد بھی مائرہ اعوان سکون میں ہے تو وہ میری قبر نوچ ڈالے! مجھے اب رونا نہیں آتا۔۔ شاید میں تمام باتوں پر رو چکی ہوں۔ میرا دل تب ہی پھٹ کر منہ کو آگیا تھا جب میری چھٹی حس نے مجھے اشارہ دیا تھا کہ وجیح واپس نہیں آئے گا۔ وہ میری جسم کی اولاد ہے زمل! وہ میرا حصہ ہے۔۔ میں کیسے بتاؤں۔ میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ تمہیں بھی سب کی طرح ایسا لگتا ہے کہ کتنا سخت دل ہے وجیح؟ تم بھی اسی دنیا کی نظر سے دیکھتی ہو گی۔ وہ بہت پیارا ہے۔۔ بہت نرم دل ہے۔۔ اس کا دل گویا ایک روئی کا ٹکڑا ہے۔ جہانگیر خان نے میرے بیٹے کی شخصیت تباہ کر دی۔ میں یہ قرض چکاتے چکاتے اپنے بیٹے کو نظروں سے دور کر

گئی۔ جانتی ہو یہ کون سا قرض ہے میری پیاری بیٹی؟ یہ وہ وعدہ ہے جو میں نے ابی سے کیا تھا۔ وہ قسم ہے جس کی نوک پر کھڑے ہو کر میں نے اعوان ہاؤس کو مایوس کیا تھا۔ میں اپنے بیٹے کو زمانے کے کلمات سے بچانے کے لیے اس قسم کو پورا کروں گی۔ یہ خط ایک راز ہے۔۔ صرف تم تک!

وہ دن بے پناہ خوبصورت تھے زمل۔ اعوان ہاؤس میں جب صرف ہم رہا کرتے تھے۔ عابد بھائی کی منگنی کو دو سال ہو چکے تھے اور ابی ان کی شادی کی تیاری کرنے کے خواہشمند تھے۔ تمہیں مہینوں پہلے میری پرانی دوست نے کسی دعوت میں دیکھا تھا تو کال کر کے پوچھا تھا کہ تم کس کا چہرہ ہو۔ اسے شاید میری جوانی یاد ہوتی تو وہ یہ سوال کبھی نہ کرتی۔ تم میرا چہرہ ہو! اس دورِ خوشگوار میں 'میں تمہاری جیسی ہی تو تھی۔ خوبصورت آنکھیں اور لمبے گھنے بال! میری آنکھوں کا کاجل ریحان کو بہت بھاتا تھا۔ وہ کہتا تھا میں اپنی امی جیسی لگتی ہوں۔ اللہ بخشے ریحان بھائی کو' مجھے ان کی یاد بے جا ستاتی ہے۔ جوانی کے دن تھے 'خوبصورت روپ تھا۔۔ جانے کہاں ٹکرائے مجھے جہانگیر۔۔ ان کے بھائی کا کالج میرے کالج کے برابر میں تھا۔ وہی بھائی جس کی موت ہماری شادی کے ایک سال بعد ہی ایکسیڈنٹ میں ہو گئی تھی۔ مجھے یاد ہے لڑکیاں کتنی دیوانی ہوا کرتی تھیں۔ ایک بار بے دھیانی میں سڑک پار کرتے ہوئے ان کی گاڑی کے سامنے آتے آتے بچی

تھی۔ وہ شاید غصے میں تھے۔ میری ہی غلطی تھی۔ انہوں نے گاڑی سے اترتے ہوئے مجھے دیکھا تھا مگر کچھ نہیں کہہ پائے۔ یہ مجھ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ میری خوبصورتی ان کے لب سلوا گئی تھی۔ اس دن پہلی بار ان سے بات ہوئی تھی جب میں نے لاتعداد مرتبہ ان سے معذرت کی تھی۔ وہ ہنستے جاتے مگر کچھ بولتے نہیں۔ جس حادثے کو میں نے سالوں سال ایک خوبصورت حادثہ سمجھا وہ میری زندگی کا بھیانک حادثہ ثابت ہوا تھا۔ میں کیسے اس شخص کو کوسوں جب محبت ایک طرفہ نہیں تھی؟ ان سے محبت کا اظہار تو میں نے بھی کیا تھا۔ قسمیں میں نے بھی اٹھائی تھیں! محبت کی تمام رسمیں دونوں جانب سے مکمل ہوئی تھیں۔ وہ شخص ایک خوبصورت خواب تھا۔ ایک بے پناہ خوبصورت خواب۔۔ میں یادوں کے پردے کھولوں تو چند لمحوں کے لیے حال کے تمام غم بھول جاؤں۔ وہ وقت کتنا خوبصورت تھا۔ تم جانتی ہو مجھے ویج سے اتنی محبت کیوں ہے؟ پہلی وجہ کہ وہ میری اولاد ہے۔ دوسری وجہ کہ اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں، اس کی آواز تک اس کے باپ سے مماثلت رکھتی ہے۔ کیسی عورت ہوں۔۔ جس شخص نے مجھے برباد کر دیا میں اسے کسی حال چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوں۔ اس کی اولاد میں اس کا چہرہ ڈھونڈتی ہوں۔

تمہارا باپ جہانگیر کو جانتا تھا۔ وہ کالج کے زمانے میں ریحان کا سینئر ہوا کرتا تھا۔ یہ پیسہ، یہ جائداد انہیں آباؤ اجداد سے حاصل ہے۔۔ دو وارث تھے! ایک ایکسیڈنٹ میں مر گیا۔ ساری جائداد پر

جہانگیر کا ہاتھ پھیل گیا۔ چند سالوں بعد شادی کا ذکر سب سے پہلے میں نے اعوان ہاؤس میں کیا تھا۔ ابی کو میری پسند کی شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔۔ جہانگیر سے شادی پر اعتراض تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ سیاست میں نئے تھے۔ جہانگیر خان اپنے باپ کی تراشی ہوئی خاص مورتی تھے جن کے باپ نے انہیں بنی بنائی کرسی عطا کی تھی۔ ابی کو سیاست نہیں بھاتی تھی اور پھر کچھ وجوہات کی بنا پر انہیں جہانگیر کا مزاج اور عادات کھٹکتے تھے۔ مجھے یاد ہے اچھی طرح جب وہ پہلی بار ابی سے ملنے آئے تھے۔ ابی کو ان کا مغرور انداز قطعی نہیں بھایا تھا۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ بڑا کون ہے۔۔ بھائی بھی خاموش تھے۔ اس ایک گھنٹے کی میٹنگ میں سب سے زیادہ جہانگیر بولے تھے۔ میں محبت میں اتنی دیوانی تھی کہ ان کا خودسر لہجہ بھی کبھی برا نہیں لگا۔ ابی نے سیاست کے حوالے سے کچھ سوال کر ڈالے جو ان کی ذات پر سیدھا حملہ ثابت ہوئے۔ جہانگیر اسی دم غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور باہر نکل گئے تھے۔ میں وہ پوری رات بغاوت کیے روتی رہی تھی۔ جانے غصے میں اپنے پیارے ابی کو کیا کیا کہہ بیٹھی! جہانگیر سے ایک ہفتہ رابطہ نہیں ہو پایا۔ کیسی پاگل تھی میں۔۔ تب بھی ان کی شخصیت نہیں سمجھ پائی! بلکہ نہیں۔۔ کتنی پاگل تھی میں کہ جان کر بھی ان کی خامیاں نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ محبت کا پلڑا سب پر بھاری تھا۔ مجھے وہ شخص چاہیے تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس شخص کو بھی مائرہ اعوان ہر صورت چاہیے تھی۔ وہ

پورا ہفتہ میں نے بغاوت کی قسمیں کھائی تھیں اور ابی کو آنکھیں دکھائی تھیں۔ وہ میرے لیے ڈر گئے تھے۔۔ وہ مجھ سے خوف کھا گئے تھے۔ مجھے یاد ہے۔۔ سب یاد ہے مجھے کہ میرے بھائیوں نے کتنا سمجھایا تھا۔ انہوں نے بتایا تھا کہ جہانگیر سے شادی کرنے کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔ انہوں نے احساس دلانے کی خوب کوشش کی تھی مگر میری آنکھوں پر محبت کی پٹی تھی۔ انہوں نے کہا تھا وہ آدمی خود سر ہے اور جانچ پڑتال کرنے کے بعد بھی کوئی اچھی خبر کی امید نہیں آئی تھی۔

عجیب بات ہے نا انسان جان کر بھی اپنا گڑھا خود کھودتا ہے۔ محبت بینائی چھین لیتی ہے۔ مجھ سے جہانگیر نے گھر چھوڑنے کی بات کی تھی۔ یہ جان کر میں اس قدر خوش تھی کہ اس محبت نے صرف مجھے بے چین نہیں کیا ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک ہفتے بعد ابی مان گئے۔۔ اس شرط پر کہ مائرہ اعوان کے سارے دکھ صرف مائرہ اعوان کے رہیں گے۔ ان کی اعوان ہاؤس میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ کاش وہ میرا گلا دبا دیتے مگر یوں نہ کہتے۔ میں بھی بپھری ہوئی تھی بول آئی کہ میرا چنا ہوا شخص مجھے کبھی تنہا نہیں ہونے دے گا اور نہ میں کبھی خالی ہاتھ اعوان ہاؤس کے در پر قدم رکھوں گی۔ کاش میں نے اتنے بڑے بول نہ بولے ہوتے۔ کاش میں نے کھولتا ہوا کوئلہ زبان پر رکھ لیا ہوتا یا میری زبان ہی کٹ چکی ہوتی۔ ابی نے

سادگی سے ہی سہی مگر مجھے بیاہ دیا۔ مجھے ان کے ساتھ پرانے تعلقات بناتے ہوئے مہینوں لگ گئے۔

آغاز کے چند سال گویا خواب تھے۔ مجھے اپنے فیصلے پر اطمینان تھا۔ جہانگیر کے ساتھ وہ وقت میں نے کسی خواب کی سی صورت گزارا ہے۔ میں کہاں نہیں گئی۔۔ اسپین، آسٹریلیا، ترکی اور نہ جانے کہاں کہاں۔۔ اس شخص نے مجھے جانے کتنے ممالک کے پھل چکھائے۔ ہاں وہ ڈامننٹ تھے۔ انہیں اپنے فیصلوں کو فوقیت دینا آتی تھی۔ مجھے اس وقت یہ سب اس لیے بھی محسوس نہ ہوا کہ مجھے ہر کام ان کی پسند سے کرنا بھاتا تھا۔ یہی تو محبت معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں چمکا کرتی تھیں، حسن کو چار چاند لگے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ان کے ہمراہ میں ہی جچتی ہوں۔ میں ہر وہ غلطی چھوٹی سمجھ کر بھلا دیا کرتی جنہیں آج سوچوں تو وہ اتنی چھوٹی نہیں تھیں۔ پھر پتا ہے کیا ہوا میری پیاری زمل؟ وجیح ہو گیا۔ میرے خوبصورت وقت کا خوبصورت حصہ! میرا بیٹا۔۔ جس کو میری وجہ سے جانے کیا کیا سہنا پڑا ہے۔ مجھے لگتا تھا محبت میں اضافہ ہو جائے گا مگر یہاں تو محبت پرانی ہونے لگی۔ میرا وقت بٹ گیا اور اس وقت کا بٹنا میرے شوہر کو قدرے پسند نہ آیا۔ جانے سیاست میں کیا مسلہ رہا کہ باہر کا غصہ بھی گھر میں نکلنے لگا۔ آہستہ آہستہ خواب کرچی ہونے لگے۔ یہ ایک برا خواب لگتا تھا۔۔ پھر احساس ہوا جس خواب کا بوجھ سر پر اٹھائے چل رہی ہوں وہ شیشے

کا ہے۔۔ٹوٹتے ہوئے بکھرے گا ہی۔۔ بڑھتے وقت کے ساتھ نہ انہیں میرا حسن پر کشش لگنے لگا اور نہ آنکھیں حسین! مجھے پہلی بار لوٹ جانے کا خیال تب آیا جب جہانگیر خان نے مجھے پانچ سالہ ویجیح کے سامنے پہلی بار تھپڑ مارا تھا۔ابی نے کبھی مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔میرے بھائیوں نے مجھے کبھی زور سے جھڑکا تک نہیں تھا۔میں اپنے بیٹے سے دو دن تک نظریں نہیں ملا پائی۔وہ ننھے ننھے ہاتھوں سے میرے سرخ چہرے پر ہاتھ پھیرتا رہ گیا۔مجھے لگا تھا جہانگیر معافی مانگیں گے مگر آہستہ آہستہ سب کچھ معمول بنتا چلا گیا۔جانے کون سا نیا حسن ان کے خیالوں پر چھاتا چلا جا رہا تھا۔بعد میں سنا کہ وہ لڑکی ان کے آفس میں کام کرتی تھی اور ان کی پرسنل سکریٹری تھی۔ اس رات میں اپنے چہرے پر ساری رات آئینے کے آگے ہاتھ پھیرتی رہی۔یہ چہرہ جو محبت سے کھلا کرتا تھا اب بد نما معلوم ہوتا تھا۔کیا محبت یہی تھی جو مجھ سے کی گئی تھی؟ یہ وہ سوال تھا جو پہلے تھپڑ کے بعد اٹھا تھا اور پھر میں اسے کبھی نہ بھلا سکی۔وہ درست ہی تو کہتے تھے۔۔انہیں مجھ سے کب تھی بھلا محبت! میں دیوانی پاگل تھی۔انہوں نے تو ہمیشہ حسن کی بات کی تھی اور میں حسن کی محبت اور اس لفظ محبت میں فرق نہ پہچان سکی۔بعد میں سنا کہ اس لڑکی کی شادی ہو گئی۔دل تھا کہ ان کی توجہ مانگتا تھا۔ایک بار جو ہاتھ اٹھ گیا وہ کبھی نہیں رکتا زمل۔گھر جانے کا خیال مجھے ماضی یاد کروا گیا۔میرے الفاظ،وہ بغاوت میری آنکھوں کے خواب نوچ گئے۔یہ ایک قرض تھا جو

مجھے چکانا تھا۔ یہ ایک قسم تھی جو مجھے پوری کرنی تھی۔ میں اس باپ کی نگاہوں کا سامنا کیسے کرتی جس نے آخری لمحوں تک مجھے خبر دار کیا تھا؟ جن کو میں اپنی انا اور غلط آدمی کی محبت میں ہار آئی۔ میری خودداری اب میری جان لے لے گی۔ جب جہانگیر خان سے شادی کی تھی تو قسم کھائی تھی کہ کبھی نہیں لوٹوں گی۔ مجھے میرا وعدہ نبھانے دو۔ مجھے معاف کر دو جو کچھ میں نے کہا۔۔ تم صحیح کہتی ہو کہ ابی کبھی گزرے ہوئے وقت کے حوالے سے کچھ نہیں پوچھیں گے مگر میری یہ آنکھیں ان کی آنکھوں میں ٹھہر نہیں پائیں گی۔ مجھے شرمندگی اور ندامت مار دے گی۔ اس سے بہتر ہے میں اس شخص کے ہاتھوں مر جاؤں جو میرا فیصلہ ہے۔ مجھے اپنے باپ سے نافرمانی کی سزا بھگتنی ہے۔ وہ الفاظ میری زندگی کھا گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

---☆☆☆---

"اتنا مار کھاتی ہو! مجھے چھوڑ کر اعوان ہاؤس کیوں نہیں لوٹ جاتی؟" کانچ چنتی مائرہ کے ہاتھ میں ٹکڑا گھسا تھا۔ تکلیف سے کراہ نکلی تھی مگر درد جہانگیر کے جملے سے زیادہ محسوس ہوا تھا۔ مائرہ نے گردن پھیر کر وجیح کو دیکھا جو میز پر بیٹھا ماں کو تک رہا تھا۔ کھانا اس کی پلیٹ میں ویسا کا ویسا تھا۔

"خیال کریں۔ بچہ بیٹھا ہوا ہے۔" پہلے جو ہفتوں ہفتوں ہوا کرتا تھا اب تقریباً ہر چار دن بعد کا معمول تھا۔ آج شادی کی آٹھویں سالگرہ تھی۔ انہوں نے سات سالہ ویجیح کو دیکھا جس کا چہرہ ہر تاثر سے خالی تھا۔ وہ بس گم صم ماں کو تک رہا تھا جو فرش پر جھکی ہوئی تھی۔

"کھانا کھالو۔" ان کا انداز بالکل نارمل تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ ویجیح نے باپ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ جہانگیر کو اس کی نفرت بھری نگاہیں جلد کے اندر تک گھستی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"مجھے بھوک نہیں۔" وہ اٹھا اور ماں کی مدد کرنے لگا۔ اتنے نوکروں کے باوجود وہ کانچ خود سمیٹ رہی تھی کہ کوارٹر سے نوکروں کو بلاتیں تو انہیں خبر ہو جاتی کہ کیسے جہانگیر صاحب نے اپنی بیوی پر تھپڑوں کی بارش کی ہے۔ سبکی سی محسوس ہونے لگی۔ جہانگیر خان نے بیٹے کو دیکھ کر ایسے تاثرات دیے تھے جیسے اندر ہی اندر مسکرا رہے ہوں۔

"تمہیں کانچ لگ جائے گی ویجیح۔ کمرے میں جاؤ۔" مائرہ نے پیار سے اسے روکنا چاہا۔

"تم جان کر اسے سامنے رکھتی ہو نا اپنے؟ تاکہ وہ اپنے باپ سے نفرت کرے؟" پھر وہی باتیں۔۔ مائرہ نے پلٹ کر جہانگیر کو دیکھا تھا۔ کیا واقعی اس شخص کو ایسا لگتا تھا؟ کیا واقعی اسے لگتا تھا کہ اگر ویجیح اپنی ماں کو مار کھاتے نہ دیکھے تو کبھی نہیں جان پائے گا کہ اس کی ماں اس کے باپ

سے پٹ کر آئی ہے ؟ان نشانات کا کیا جو وجیح اپنی ماں کے چہرے پر دیکھتا تھا۔ وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

"میں شربت صاف کر دوں گا اماں۔" اس کی آنکھیں بھیگ سی گئیں اور مائرہ کا دل کاٹ گئیں۔

جہانگیر اٹھ کر جا چکے تھے۔ وجیح کا سر زمین تک جھکا ہوا تھا جیسے وہ ماں کی شرمندگی دور کرنا چاہ رہا ہو۔ ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ مائرہ نے اسے اپنے پاس کھینچا تھا۔

"اس میں رونے کی کیا بات ؟" وہ اپنی تکلیف یکسر بھول گئی تھی۔

"وہ آپ کو مارتے ہیں۔" ہچکیاں سی بندھ گئیں۔ "آپ کو درد ہوتا ہے۔ ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔۔ ہم نہیں رہیں گے ان کے ساتھ۔۔"

"نہیں میرا بیٹا۔۔ وہ بابا ہیں۔ ان کے بارے میں ایسا نہیں کہتے۔ اور دیکھو تو یہ کتنا پیارا گھر ہے میرے بیٹے کا۔۔ اس کو چھوڑ کر تم کہاں جانا چاہتے ہو؟" وہ جانتی تھی آنے والے کئی سال انہیں ایسے ہی وجیح کو سمجھانا ہے۔

"ہم ابی کے پاس چلتے ہیں۔ وہاں سب اچھے ہیں نا اماں۔ اعوان ہاؤس رہنے چلتے ہیں۔" وہ پھر اعوان ہاؤس جانے کی بات کر گیا تھا۔ مائرہ نے گہری سانس لی۔

"مگر وہ گھر اس گھر کے مقابلے میں کتنا چھوٹا ہے نا۔ یہ دیکھو کتنا بڑا لان ہے یہاں۔۔ یہاں بہت سارے کھلونے ہیں ویج کے اور۔۔اور الیکٹرونک گیمز، کارز اور مزے مزے کے اسنیکس! تم یاد کروگے۔"

"مگر وہاں بڑے ماموں لبنیٰ مامی کو نہیں مارتے اماں۔ وہاں سب ہنستے ہیں، شاہ ویز اور غازی کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ مراد ماموں ہمیں باہر جانے دیتے ہیں اور وہ ہمیں ڈراتے بھی نہیں ہیں جیسے بابا ہمیں ڈراتے ہیں۔" وہ مائرہ کو خاموش کروا گیا۔۔اتنا خاموش کہ مائرہ نے اسے اٹھا کر کھڑا کیا اور دوبارہ سے کانچ اٹھانے لگی۔

"جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو ہم یہ گھر چھوڑ دیں گے۔" وہ جلدی جلدی کانچ سائیڈ پر کرتی ہوئی شربت صاف کرنے لگی۔ "تم اپنا گھر بنانا۔ بڑا سا گھر۔۔یا پھر۔۔ایک چھوٹا سا گھر۔۔ پھر اپنی ماں کو اپنے پاس رکھ لینا۔" مائرہ کی باتیں ویج کی آنکھیں چمکا گئیں۔

"آپ کا خیال رکھوں گا۔ان کو آپ کے پاس نہیں آنے دوں گا۔" وہ جیسے خوش ہو گیا۔ یکدم ہی اپنا آپ بڑا بڑا لگنے لگا۔

"اچھا اب یہ جلدی سے کام کرواؤ پھر ہوم ورک بھی کرنا ہے۔" وہ مسکرا دی تو بھی مائرہ کے ساتھ مشغول ہو گیا۔

---☆☆☆---

"مجھ سے ضد کر کے میری خودداری مت چھینو۔ میں اعوان ہاؤس چلی گئی تو شرم سے زندگی گزاروں گی۔ اپنے بھائیوں اور باپ کی آنکھوں میں کیسے دیکھوں گی؟ تم نہیں سمجھو گی۔۔ ہمیشہ سوچتی تھی جب وجیح گھر بنا لے گا تو اس جگہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گی۔ وجیح نے گھر بنا لیا زمل۔۔ مگر حالات نے مجھے یہیں قید کر لیا۔ وہ مجھے کبھی اپنے گھر نہیں لے کر جا سکا جو اس نے میرے لیے بنایا۔ میں قید ہوں۔۔ یہ قید میں نے کبھی خود چنی تھی۔ وہ سات سال کا تھا جب میں نے یہ پہلی بار خواب دیکھا تھا کہ اگر آنے والے سالوں میں یہ فیصلہ نہ نبھا سکی تو میرا بیٹا میری سہارا بن جائے گا۔ وہ زمانے کا دھتکارا ہوا شخص جب محبت سمیٹنے اعوان ہاؤس جاتا ہے تو گھبرا کر لوٹ آتا ہے کہ اس کے دل و دماغ کو اس احساس کی عادت اتنے سالوں میں بھی نہ ہو سکی۔ ابی اسے بہت چاہتے ہیں۔۔ اعوان ہاؤس اس کا انتظار کرتا ہے مگر اس کی ماں اسے اچھا ماحول نہیں دے سکی۔۔ میں اسے وہ دنیا نہیں دے سکی جو ہر ماں اپنی اولاد کے لیے خواہش کرتی ہے۔ وہ انسیت، پیار اور توجہ سے گھبرا جاتا ہے تو ہر شخص سے دور ہو جاتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم میں کب تک زندہ ہوں مگر ابھی تو میں نے اپنے بیٹے کو اور بڑھتا دیکھنا ہے۔۔ اسے تم مت دھتکارنا۔"

زمل نے اس جملے کو بار بار پڑھا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا۔ "ہو سکتا ہے زندگی کے کسی حصے میں وہ

تمہارے پاس لوٹے 'تو اسے رکھ لینا۔ وہ ضرور آئے گا۔۔ اسے اپنے پاس بٹھا لینا۔۔ اور اگر نہ رکھ سکو تو۔۔ اس سے ہر رابطہ توڑ لینا کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے۔ اسے واپسی کی امید رہتی ہے۔ میری زندگی کی دعا نہیں کرنا کیونکہ اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ جہانگیر مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ وجیح کو سلگانے کے لیے بار بار مجھے تکلیف دے گا۔ نہ میں رہوں گی نہ میرا بیٹا سلگتا رہے گا۔ بار بار کی موت سے بہتر ایک بار کی موت ہوتی ہے۔" آگے بھی بہت کچھ تھا جو اس نے کچھ پڑھا اور کچھ چھوڑ دیا۔ وہ وہیں بستر پر لیٹی لیٹی آنکھیں موند گئی کہ سر بھاری ہو گیا تھا۔ یہ خط تو اب ایک ماضی تھا۔ نہ اب ضد کی گئی نہ خودداری چھینی گئی۔ مائرہ اپنے رب کی جانب لوٹ گئی۔

۔۔☆☆☆۔۔۔

دو ہفتے مزید بیت گئے۔ اس نے آج کافی دنوں بعد بیکنگ کی تھی۔ غم تازہ تھا مگر اس کی تکلیف پہلے سے بہت کم تھی۔ مراد نے کافی بار اس کیس کے حوالے سے اقدام اٹھانے چاہے مگر ابی نے روک دیا تھا۔ وہ کسی طور جہانگیر خان کا سایہ اپنے گھر پر نہیں چاہتے تھے اور نہ مراد کا اپنی نوکری ان کی خواہش تھی۔

"بس ہم سوچ رہے ہیں مراد کی شادی کر دیں۔" شام کی چائے پر انہوں نے ایک نیا موضوع نکالا۔ مراد کے دل میں ایک عجیب سا احساس دوڑا۔

"ابھی کہاں ابی۔۔ابی تو کیا حالات رہے ہیں آپ کو معلوم ہے۔" مراد نے حالات کا سہارا لینا چاہا۔

"ایک ماہ ہونے کو آیا ہے اس بات کو۔۔اور یہ تکلیف تو تاحیات ساتھ ہی رہے گی۔بس اب ہم نے سوچا ہے کہ تمہارا رشتہ پکا کر دیں۔بہت سن لی ہم نے تمہاری۔شاہ ویز کی بھی ہو گئی ہے حالانکہ سب سے پہلے ہم نے تمہاری سوچی تھی۔"ان کا فیصلہ اٹل تھا۔مراد گہری سانس بھر گیا۔رباب نے کن انکھیوں سے شوہر کو دیکھا تھا جو گھونٹ گھونٹ چائے بھر رہا تھا۔لبنیٰ ابی کے برابر ہی بیٹھی تھیں۔اب وہ ساتھ بیٹھ تو جایا کرتی تھیں مگر رباب کی جانب ایک نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھیں۔

"آپ کو کیک کا پیس دوں؟"اس نے شاہ ویز کے نزدیک ہوتے ہوئے آہستہ آواز میں پوچھا۔

شاہ ویز نے اسے بغور دیکھا تھا۔وہ کانوں میں چھوٹے چھوٹے جھمکے پہنی ہوئی تھی اور بال ڈھیلے سے کیچر میں بندھے تھے۔

"شکریہ مگر مجھے بھوک نہیں ہے۔"وہ اسے دیکھے گیا پھر بمشکل نظریں ہٹا گیا۔

"تھوڑا سا کھا لیں۔آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔"وہ صبح سے گاڑی کا کام کروانے کے لیے گھر سے باہر رہا تھا۔وہ زبردستی اس کی پلیٹ میں ایک پیس رکھ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"رباب پلیز!" اس نے روکنا چاہا۔

"روبی!" رباب نے فوراً تصحیح کی۔ اس کی بات پر وہ فرصت سے اس کا چہرہ تکتا رہا۔

"کیوں کر رہی ہو ایسے؟" اس کی زلفیں ہوا کے باعث لہرا رہی تھیں۔ "گرلفرینڈ ہو میری؟" جانے کیا سوچا کہ وہ خود کو اسے یوں چھیڑنے سے روک نہ پایا۔

"بیوی ہوں، شاہ ویز۔" اس نے فوراً ٹوک کر تصحیح کی۔ 'گرلفرینڈ سے بھی اچھا احساس ہے یہ' وہ دل میں ہی کہہ سکا البتہ ہونٹوں پر مسکان تھی۔

"دوست ہی اچھی تھی۔ کم از کم خاموش تو رہتی تھی۔ اب بس بولتی رہتی ہو، ٹوکتی رہتی ہو۔" اس نے مصنوعی خفگی ظاہر کی۔ اس کے دیکھنے پر وہ نظریں چرا گیا۔ یقیناً یہ بات رباب کو بھائی نہیں تھی۔ مغرب کا اندھیرہ پھیلنے لگا تھا۔ سب دھیرے دھیرے اپنی جگہ چھوڑتے چلے گئے۔ مراد کچھ کہے بغیر ہی اٹھ گیا اور رزمل سامان اٹھاتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔ لبنیٰ تائی توابی کے ہمراہ ہی اٹھ گئی تھیں اور غازی رباب اور شاہ ویز کے درمیان ہڈی نہیں بننا چاہتا تھا۔ ویسے بھی یہ عام میاں بیوی جیسا کم ہی بی ہیو کرتے تھے تو بہتر یہی تھا کہ انہیں زیادہ سے زیادہ وقت اکیلا چھوڑ دیا جائے تاکہ آپس کے معاملات درست ہو سکیں۔

"تو شادی کیوں کی؟ کیوں آئے تھے میرے گھر؟ کیوں خراب کی تھی میری شادی؟" وہ اب پلیٹ سے کیک کھا رہا تھا۔

"پاگل دیوانہ ہو گیا تھا تمہارے پیچھے۔۔اب احساس ہو رہا ہے کتنا غلط کر دیا تمہارے ساتھ! اچھے خاصے انسان سے شادی تڑوادی۔" وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا اور رباب اسے دیکھے گئی۔

"یہ شادی ایک غلطی ہے؟ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے تم؟ اتنے معصوم کیوں بن رہے ہو؟" جانے کیوں اسے غصہ ہی آ گیا۔

"تم؟ 'آپ' سے بلاؤ شوہر ہوں تمہارا۔" وہ بھڑکتی آگ کو مزید بھڑکا رہا تھا۔ "تم تو نہیں چاہتی تھی نا شادی کرنا۔ پھر کیوں کی تم نے شادی؟ نہیں کرتی۔ اتنے تھپڑ تو مار چکی تھی۔ ایک آدھ اور لگا دیتی اور دو چار بار اور دل آزاری کر دیتی۔ لوٹ جاتا مایوس ہو کر۔" جانے کیوں اسے مزہ آ رہا تھا۔

"خود تماشہ لگوا کر اب سب سے معصوم بنے بیٹھے ہو۔" وہ اسے گھور رہی تھی۔

"بول کون رہا ہے۔ مجھے اور میری محبت کو تو جہنم رسید کر دیا تھا۔ واضح بول دیا تھا کہ محبت بھی نہیں ہے۔ میں نے لگایا تھا تماشہ؟ وہ تو تم نے لگایا تھا۔۔ میری محبت کا۔" وہ ہنکارہ بھرتا ہوا ایک

چھوٹے کاغذ کے مزید چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگا۔اس کی بات پر رباب کو اپنے ماضی کے رویے پر شرمندہ کر گئی۔

"بھول جاؤ نا اب۔۔ کتنا مزید ناراض رہو گے۔ کیا ایسے کہہ دینے سے واقعی میری محبت کیا ختم ہو گئی ؟ اتنی جلدی یہ جذبات پیچھا چھوڑ دیتے ہیں کیا؟" وہ اس کے شانے کو دھیرے سے ہلاتے ہوئے بولی گویا منا رہی ہو۔

"آج تک تم نے بس یہی کیا ہے۔۔ میرا دل ہی توڑا ہے۔ میں کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا مگر تم ضرور اپنے فیصلوں پر ڈگمگائی ہو۔ اپنے بچوں کو بتاؤں گا میں۔۔ بہت ظالم عورت رہی ہے ان کی ماں !" وہ بچوں کی بات پر ہنس دی۔

"اچھا ٹھیک ہے نا بس کریں۔ بہت طویل ہوتی جا رہی ہے یہ ناراضگی۔" اس نے شانے سے پکڑ کر اسے ہلکا سا جھنجھوڑا۔

"منانا بھی نہیں آتا تمہیں اپنے بوائے فرینڈ کو۔" وہ اب بھی نظریں چرا رہا تھا۔

"شوہر کو!" رباب نے تصحیح کی اور ساتھ گھوری سے بھی نوازا۔

"میری بدولت آج میری بیوی ہو تم۔۔ کریڈٹ تمام میرا ہے۔ ورنہ کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی تم نے دور رہنے کی۔" وہ جواباً اسے جتا گیا۔

"میں منالوں گی آپ کو۔۔ لیکن ایسے تو مت رہیں کہ جیسے اجنبی ہوں۔ پلیز! مجھ سے میرا جیسا برتاؤ نہ رکھیں۔" اس نے شاہ ویز کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رکھ لیا۔ وہ بے پناہ معصومیت سے بولی۔

"کوشش کروں گا۔" وہ اسے منوائے بنا نہ رہ سکی۔ "تھوڑا وقت لگے گا' پھر ٹھیک ہو جاؤں گا۔" دماغ سے وہ سب نکلنا انتہائی مشکل تھا۔ "میرا بہت دل دکھا ہے۔ اتنی جلدی سب ٹھیک نہیں ہو گا۔ میں باہر جا رہا ہوں دوست نے بلایا تھا۔ تم اندر چلی جاؤ' اندھیرہ پھیلنے لگا ہے۔" وہ جانتا تھا اگر یونہی مزید اس کے پاس بیٹھا رہا تو یقیناً پرانے زخموں کا ذکر کھل جائے گا۔ وہ کسی طور ایسا لفظ ادا نہیں کرنا چاہتا تھا جو رباب کی دل آزاری کا باعث بنتا۔ رباب اس کا یوں جلدی سے اٹھنا سمجھ گئی تھی۔ وہ بغیر رکے باہر نکل گیا تو رباب بھی گہری سانس بھرتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

Clubb of Quality Content

---☆☆☆---

"مجھے دکانوں کی چابیاں نہیں ملیں۔" وہ کال پر بات کر رہی تھی۔ حذیفہ سامنے کتابیں بچھائے بیٹھا تھا۔ وہ اسے ہوم ورک کروا رہی تھی جب ماموں کی کال اس کا دھیان دوسرے معاملات میں بھٹکا گئی۔

"وہ تو ہم دیکھ ہی رہے ہیں بیٹے۔۔"ماموں کی بات پھر اس کا اطمینان چھین گئی۔وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔"تمہیں اس ماہ کا بھی خرچہ بھیجنا ہے۔سعد آئے گا کل۔۔اس کا انتظار کرنا۔تم گھر کب آؤ گی بیٹے؟"بات آئی گئی ہو گئی۔

"دن بہت مصروف گزر رہے ہیں ماموں۔۔پھپھو کی ڈیتھ کے دوران حذیفہ کا پڑھائی کا کافی حرج ہوا تھا اور اب اسکول سے کمپلین بھی آ گئی ہے۔میں آج کل اس پر خاصا توجہ دے رہی ہوں اور پھر میری بھی کلاسز ہیں۔"اس کے لیپ ٹاپ میں کوئی ریسرچ پیپر کھلا ہوا تھا جس سے واضح تھا کہ کال آنے سے پہلے وہ خود بھی پڑھ رہی تھی۔

"تمہیں اب کسی کام کی پریشانی لینے کی کوئی ضرورت نہیں پڑے گی۔میں اور تمہاری ممانی جلد اعوان ہاؤس لا دو را لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"وہ ان کی یہ بات گہرائی میں نہ سمجھ پائی حالانکہ ان کا لہجہ ذو معنی تھی۔

"ضرور آئیں ابی ویسے بھی خاصا یاد کرتے ہیں آپ کو۔۔"اس نے عزم لیا کہ وہ ان کے سامنے دکانوں کے حوالے سے بات کرے گی۔"کل سعد آ رہا ہے تو اسے ایک کتاب دی تھی میں نے' کہیے گا وہ بھی لیتا آ جائے۔"کال رکھ کر اس نے حذیفہ پر توجہ دی جو اب کھیل میں لگ چکا تھا۔

ویک اینڈ تھا اور گھڑی بارہ بجا رہی تھی۔ابی اور سب بڑے اپنے کمرے میں آرام فرما رہے تھے

مگر نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔دروازے کی جانب ذرا سی ہلچل نے زمل کو چونکایا تھا۔

"تم سوئی نہیں؟"وہ رباب تھی۔۔ہچکچائی۔۔کٹی کٹی سی۔۔

"ایسے ہی۔۔نیند نہیں آرہی۔۔تم اس پہر حذیفہ کو پڑھا رہی ہو؟"وہ اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گئی۔زمل نے اس کے چہرے پر بے چینی سی محسوس کی۔

"شام سے اندھیرہ ہونے تک محترم اپنی نہ ختم ہونے والی نیندیں پوری فرمارہے تھے۔اب جاگ رہے ہیں تو بس میرے ساتھ ساتھ یہ بھی پڑھیں گے۔اسکول سے شکایتیں بھی آنا شروع ہو گئی ہیں۔تم بتاؤ؟شاہ ویز نہیں آیا کیا اب تک؟"وہ آج سے پہلے شاہ ویز کی موجودگی میں کبھی اس پہر کمرے سے باہر گھومتی ہوئی نظر نہیں آئی تھی۔

"تم۔۔تم انہیں کال کر سکتی ہو؟میں پچھلے ایک گھنٹے سے انتظار کر رہی ہوں۔مغرب کے گئے ہیں نہ کھانے کا پتا نہ کوئی خبر۔۔میں نے کی ہے کال مگر شاید وہ میری کال نہیں اٹھا رہے مگر وہ تمہاری کال کبھی رد نہیں کریں گے۔"اس کا لہجہ زمل کو بے حد معصوم لگا۔

"تمہیں لگتا ہے وہ تمہاری کال جان کر نہیں اٹھا رہا،رباب؟وہ ہم سب کو قربان بھی کر سکتا ہے تمہاری خاطر۔۔"وہ ہنس پڑی۔

"ہاں مگر وہ ناراض ہیں اور ناراضگی ابھی تک جاری ہے۔ میں نے انہیں بہت تکلیف پہنچائی ہے۔" اس کے پیشانی پر شرمندگی کے آثار تھے۔ زمل ہنس رہی تھی۔

"اٹینشن سیک کر رہا ہے وہ۔ جو ہوا وہ برا تھا مگر وہ تم سے اس انتہا پر ناراض نہیں رہ سکتا۔ اسے بس تمہاری ذرا سی توجہ چاہیے پھر دیکھنا کیسے ٹھیک ہوتا ہے۔ تھوڑے نخرے اٹھاؤ۔" وہ مسکرا رہی تھی جیسے شاہ ویز کی رگ رگ سے واقف ہو۔ "وہ وقت واقعی بہت مشکل تھا رباب۔ کاش میں تمہیں بتا پاتی کہ وہ کس قدر ڈسٹرب رہا اور پھر لبنیٰ تائی کا بھی تمہیں سب معلوم ہی ہے۔ کتنے ہی دن وہ سب الگ تھلگ اپنی دنیا میں رہا ہے۔ یہ سب اس کی فرسٹریشن ہے۔" رباب بیڈ شیٹ کو گھورتی چلی گئی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" ابھی رباب کچھ کہتی ہی جب پیچھے سے گھمبیر آواز ابھری۔

"آپ کہاں تھے؟ کتنی دیر سے کالز کر رہی تھی میں۔۔" شاہ ویز نے بیوی کو بغور دیکھا تھا۔

"آپ سوئی نہیں؟" وہ سوال کے جواب میں سوال کر گیا۔

"آپ گھر سے باہر تھے میں کیسے سوتی چین سے؟" اس کا جی چاہا رونا شروع کر دے۔ صبح کی جاگی رباب اس پہر تھکن سے چور تھی۔ زمل شاہ ویز کو کن انکھیوں سے دیکھا۔ رباب کا یوں فکرمند ہونا لازم تھا۔

"اچھا میں آگیا ہوں نا۔ تم جاؤ سو جاؤ۔" اس نے بیوی کی حالت دیکھ کر تحمل سے جواب دیا۔ وہ اس کے سادھے جواب پر چہرہ تکتی رہ گئی۔ موبائل اٹھاتی وہ تیزی سے برابر سے ہوتی کمرے سے نکل گئی تھی۔ وہ زمل کے سامنے شرمندہ ہوا۔

"میں دیکھتا ہوں۔" وہ خود ہی اسے تسلی دیتے ہوئے پلٹ گیا۔ زمل نے وہاں سے توجہ ہٹائی تو حذیفہ کو سوتا پایا۔ یہ لڑکا پھر سو گیا تھا۔ اس نے گہری سانس بھر کر ہوا میں خارج کی۔ کمرے میں دوبارہ خاموشی چھا گئی۔۔ کاٹ دینے والی خاموشی۔۔ اس نے کھلی کھڑکی سے ایک بھٹکے ہوئے پرندے کو دیکھا جو ادھر ادھر جانے کس اجلت میں دوڑ لگا رہا تھا۔ ساتھیوں اور گھر سے دور۔۔ اپنی دھندھلی منزل کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

---☆☆☆---

"بات یوں ہی دب جائے گی؟" غازی مراد کے کیبن میں بیٹھا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔ کب تک اس طاقت کی زور پر دندناتا پھرے گا آخر وہ۔۔ میں فکر مند ہوں اگر ابھی صرف توجہ ویج ہے۔ فرقان نے بتایا وہ آفس نہیں آرہا اور اس کا نمبر بند ہے۔ اس کا کام مکمل فرقان دیکھ رہا ہے۔" مراد نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"اسے پسند نہیں کوئی اسے ڈھونڈے۔" غازی یک ٹک گھڑی کو تک رہا تھا۔ "کیا کرے گا وہ یہاں آ کر؟ تم جانتے ہو اس کا صدمہ چھوٹا نہیں۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتا مگر ہاں حقیقت یہی ہے کہ میں کچھ کر نہیں پا رہا۔ جہانگیر کے حق میں سینکڑوں لوگ ہیں اور ہمارے حق میں کوئی نہیں۔" چہرے پر انتہا کی بے بسی تھی۔ جب ظالم باہر آزاد ہو مظلوم دبے ہوئے تو افسوس تو ہوتا ہے۔

"ابی کبھی نہیں مانیں گے۔۔"

"وہ ڈرتے ہیں۔۔" مراد نے جملے میں اضافہ کیا۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ اولاد کھونے سے ڈرنے لگے ہیں مراد۔۔ اس شخص کے پاس بہت طاقت ہے! وہ اس شہر کا بہترین سیاست دان ٹھہرا ہے۔ تمہیں لگتا ہے میں نہیں سمجھتا؟ سب جانتے ہیں پھوپھو کیوں نہیں ملتی تھیں۔۔ سب کو خبر ہے جہانگیر خان ایک چھوٹی سوچ والا ناکام شوہر ہے جس کی مردانگی میں بیوی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اضافہ ہو جاتا تھا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں سوچنا بھی نہیں چاہتا وہ کیا جہنم ہو گی مگر خدا اس شخص کو غارت کرے جس نے میری پھوپھو کو نگل لیا۔" اس کا مزاج سخت تھا۔ مراد کچھ بھی نہ بولا۔ وہ جانتا تھا کہ غازی اب تک اس

اثر میں ہے۔اس کی آنکھیں دھیرے دھیرے نم ہونے لگی تھیں جب وہ تیزی سے پلٹ گیا۔

مراد نے گہری سانس خارج کی۔

---☆☆☆---

"کافی۔" وہ لیپ ٹاپ پر جھکا کام میں ڈوبا ہوا تھا جب رباب کی آواز نے اسے تھوڑی راحت بخشی۔ کمرے میں قدرے اندھیرا ہو رہا تھا۔اس نے نظریں اٹھا کر بے اختیار بیوی کو دیکھا۔ گیلے کمر تک آتے بال وہ اب اس کی کافی میز پر رکھتے ہوئے پیچھے کر رہی تھی۔ یہ پورا ہفتہ کافی ٹف رہا تھا۔مائرہ کے انتقال کے بعد کام میں کافی نقصان ہو چکا تھا جس کی وجہ سے برڈن دگنا ہو چلا تھا۔وہ آج کل صرف کام میں ہی ڈوبا رہتا تھا۔اس پورے ہفتے میں آج اسے انہماک سے تکتے ہوئے شاہ ویز کو خیال آیا کہ وہ کتنی دنوں بعد وہ خود اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ایک واضح فرق نوٹس کرتے ہوئے وہ اسے مزید غور سے تک رہا تھا۔نہ وہ اب اس کے پاس گھنٹوں بیٹھی رہتی تھی اور نہ اس کی توجہ مانگتی تھی۔ وہ سوچنے لگا یہ بدلاؤ کیسا تھا؟ اسے یکدم ہی بے چینی سے ہوئی۔

"کیا ہوا؟ چینی کم ہے؟" آہٹ پر وہ پلٹے بغیر پوچھنے لگی۔ سنگھار میز کے سامنے بال پھیلائے بیٹھی وہ اپنے جوڑے کے رنگ کی جیولری نکال رہی تھی۔

"امی کیا کر رہی ہیں؟" اس نے وقت دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا کہ پچھلے پانچ گھنٹوں سے وہ صرف کام میں غرق تھا۔

"وہ باہر آئی تھیں لیکن مجھے کچن میں دیکھ کر دوبارہ چلی گئیں۔" یہ کہتے ہوئے اس کا خوش باش چہرہ کچھ مرجھا سا گیا۔ شاہ ویز کچھ چونکا۔

"انہوں نے تمہیں کچھ کہا؟" ایک آئبرو اچکا کر اس نے جیسے رباب کا چہرہ پڑھنا چاہا۔

"نہیں کچھ خاص نہیں۔۔" وہ گلابی رنگ کے جھمکے کان میں ڈال رہی تھی اور شاہ ویز کسی سحر میں قید اسے تک رہا تھا۔

"کیا کہا؟"

"وہ شاید۔۔ شاید کچھ بھی کہہ دینے کا حق رکھتی ہیں۔ میں ان کی پسندیدہ بہو نہیں ہوں۔" کاجل آنکھوں کے کنارے پر پھیرتے ہوئے وہ خود کو مصروف رکھ رہی تھی۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا کہ تم کسی کو پسند نہیں۔۔ میری عورت ہو اور میں عزت کروانا جانتا ہوں۔ کیا کہا انہوں نے روبی؟" شادی کے بعد پہلی بار اس نے رباب کو پیار سے پکارا تھا۔ رباب کو واضح محسوس ہوا۔ وہ خاموش رہی اور لپ اسٹک ہونٹوں پر رگڑنے لگی۔ "مجھے نہیں بتاؤ گی؟" کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے رباب کے چہرے پر نگاہ دوڑائی۔

"میں چینی لے کر آؤں؟" وہ تیزی سے کھڑی ہوتے ہوئے پلٹی۔

"مجھ سے بھاگ رہی ہو؟" وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا۔

"میں بھاگ نہیں رہی۔۔"

"ہاں تم بھاگ رہی ہو۔۔رات کو آتا ہوں کمرے میں نہیں ہوتی۔ صبح آفس جاتے ہوئے میرے لیے اب اٹھتی بھی نہیں۔میری محبت تمہیں مجھ سے قریب نہیں کرتی کیا؟"اس کے بالوں کی لٹ کو اپنی انگلی کے موڑتے ہوئے وہ کسی اپنائیت سے بولا تو رباب کو حیا سی آئی۔"اب پاس بھی نہیں بیٹھتی اور ستاتی بھی نہیں۔۔اچھا لگنا بند ہو گیا تمہیں۔۔نخرے بھی نہیں اٹھاتی۔"رباب اس کے کپڑوں سے اٹھتی خوشبو کو محسوس کر سکتی تھی۔

ناولز کلب Clubb for Quality Content

"میں بھاگ نہیں رہی۔بس اب تنگ نہیں کر رہی۔۔پیچھے نہیں پڑ رہی۔۔ستا نہیں رہی۔آپ خوش ہیں یوں دور رہ کر تو میں بھی خوش ہوں۔ایک بیوی اپنی امی کی پسند سے لے آئیں' اٹھائے گی وہ خوب نخرے آپ کے!" آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔اس نے دور ہٹنا چاہا مگر زلف اس کی انگلی میں پھنسی ہوئی تھی۔

"امی کی پسند سے لے آؤں؟اجازت ہے؟" وہ ہنس پڑا جیسے اس بات کا انتظار سا رہا ہو۔

"میں آپ کی ضد تھی۔وہ نہیں ہو گی۔سب خوش رہیں گے۔"

"تم میری کیا؟"اسے گویا شاک پہنچا۔ایک ہاتھ اس کا اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ کچھ ہلکے سے موڑتے ہوئے کمر پر لے گیا۔وہ ذرا سی تکلیف پر کراہی۔

"کیا بد تمیزی ہے۔چھوڑیں۔۔"

"کیا کہا تم نے؟میری ضد تھی تم؟صرف ضد میں بیوی بنانا چاہتا تھا؟دیکھو دل پر دل توڑے جا رہی ہو۔پہلے مجھے اٹھا کر کسی اور کی جھولی میں ڈال رہی ہو اور اس پر کہہ رہی ہو ضد تھی تم صرف میری؟"وہ اس کے نزدیک کھڑا تھا۔۔اتنا کہ اس کے بالوں سے آتی خوشبو اسے رگوں میں اترتے ہوئے محسوس ہو رہی تھی۔

"محبت کو ایسے نہیں رکھتے جیسے آپ نے رکھا۔۔خود سے دور۔۔مجھے بھی نہیں آپ کی ضرورت!ویسے بھی میں بابا سے ملنے جا رہی ہوں۔"وہ ہاتھ چھڑاتی ہوئی دور ہوئی۔

"میری محبت پر انگلی اٹھائی نامہارنی آپ کی انگلی کا نقشہ بدل دوں گا۔اور کس کے ساتھ جا رہی ہو بابا سے ملنے؟میں تو نہیں لے کر جا رہا۔"وہ دوبارہ اسے پکڑنے آگے بڑھا جب وہ دوسری جانب بھاگی۔

"غازی بھائی کے ساتھ جا رہی ہوں۔"

"بیڑا غرق ہو اس کا۔۔آج کہیں نہیں جا رہی تم۔۔آج تم مجھے اچھی لگ رہی ہو۔میرے پاس بیٹھی رہو اور مجھ سے کرو باتیں۔میں بور ہو جاؤں گا اور ویسے بھی تھک چکا ہوں یہ فضول کام کرتے ہوئے میرا سر دکھنے لگا ہے۔" رباب کا چہرہ حیا سے سرخ ہوا۔"میں نہیں جانے دوں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔"اور اب میں مزید ڈرامہ بھی نہیں کر سکتا کہ میں ناراض ہوں۔اب بالکل میرے پاس رہو گی آج سے۔۔" وہ مسکرا رہا تھا اور رباب اسے مسکراتا دیکھ کر کھلکھلا رہی تھی۔

۔۔۔☆☆☆۔۔۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا تم اتنی اوور کانفیڈنٹ کیوں ہو؟ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتا زمل دکانیں تم نہیں دیکھ سکتی۔ایک دکان نہیں ہے کافی ساری ہیں۔کیوں ابا جان کی مشکل بڑھاتی ہو۔تم سب ہاتھ میں لے لو گی تو ابا کو تمہاری حفاظت کی فکر رہے گی۔جانتی بھی ہو وہ پرانے علاقے کی دکانیں ہیں وہاں اچھے لوگ نہیں ہوتے۔اب کیا ہیر دکان میں جا کر ایک ایک کا حساب رکھو گی؟" سعد اس کے سر پر کھڑا تھا اور وہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔وہ جو پچھلے دو گھنٹوں سے اس کا انتظار کر رہی تھی تو کیا وہ اتنے دنوں بعد اس سے یہ بات کرنے آیا تھا؟

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ دکان کی چابیاں، کاغذات اور کرایا میں سنبھال نہیں سکوں گی؟"

اسے یکدم ہی غصہ آیا۔

"کیونکہ تم ایک لڑکی ہو زمل اور لڑکیاں ایسے کام سنبھالتی اچھی نہیں لگتیں۔۔اور نہ میں یہ دیکھ سکتا ہوں۔" جانے کیا معاملہ تھا وہ اپنی بات پر ہی اڑا ہوا تھا۔

"what an odd thing to say"

اس کا دل چاہا وہ اپنا سارا غصہ اس پر اتار بیٹھے۔"تمہیں لگتا ہے میں یہ سب نہیں کر سکتی؟"

"میں تمہیں ابا سے ہر ماہ کے پیسے دلوا دیا کروں گا۔"

"مجھے اب تک دو مہینوں کا کرایا نہیں موصول ہوا۔دو مہینے پہلے صرف تیس ہزار ملے تھے جو محض ایک دکان کے کرائے کے پیسے ہوں گے۔"اس نے بھی مزحمت کی۔ سعد لمحے بھر کو خاموش ہوا۔

"تمہیں لگتا ہے میں یا میرے گھر والے تمہارا پیسہ غائب کر رہے ہیں؟" عجیب بے یقینی سی تھی اور آئبر واٹھ کر اوپر چڑھ چکی تھیں۔

"نن۔نہیں۔۔میں ایسا نہیں کہہ رہی تم غلط سمجھ رہے ہو مگر۔۔" زمل جھینپنے لگی۔

"مگر کیا؟ ریحان پھوپھا کی دکانوں سے جتنا آتا ہے ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ پورا تمہیں دے دیے جائیں۔۔اور بابانے کہا تو تھا کہ وہ بقایا بھی دے دیں گے۔بہت کٹ کٹا کر پیسہ ہم تک پہنچتا ہے اور ہم کیوں تمہارا مال خرچ کریں گے؟"زمل کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ کتنی غلط بات کر گئی تھی۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی تھی۔۔"وہ ہکلائی۔حالانکہ وہ کہنا بہت کچھ چاہتی تھی جیسے اتنے سالوں میں جو کرایا آتا رہا وہ کہاں ہے؟اسے یاد تھا بابا نے ایک بار اسے بتایا تھا کہ انہوں نے ماموں کو پچیس پرسنٹ ٹوٹل کرائے سے لینے کی اجازت دی تھی جو کہ ان کی دکانوں کی دیکھ بھال کی اجرت تھی مگر تب تک جب تک زمل بڑی نہیں ہو جاتی اور وہ واپس پاکستان نہ آ بستے۔۔

"نہیں بس ہوا۔۔میں نہیں جاننا چاہتا کیا مطلب تھا تمہاری باتوں کا مگر خیر۔۔امی ابا جلد ہی اعوان ہاؤس کسی خاص مقصد سے آنے والے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس سب سے قبل تم اپنا دماغ اس طرح کی باتوں سے صاف کر لو۔"وہ بات مختصر کر گیا۔زمل نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔وہ آج کل کی ڈیزائن والی اولڈ براؤن پینٹ پر کھلی سفید شرٹ پہنا ہوا تھا۔بلاشبہ ہینڈسم تھا اور وجاہت سے بھرپور دیکھنے میں بھلا بھلا سا مرد تھا۔"اسلام علیکم ابی!"اس نے ابی کو باہر آتے دیکھا تو فوراً سلام کرنے بڑھا۔جانے کونسا خاص مقصد تھا جس کا حوالہ وہ دے کر گیا تھا۔زمل کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دماغ سن ہو رہا تھا۔اپنی ہی چیزیں مانگتے ہوئے اسے جنگ کرنی پڑ رہی تھی۔ابی سعد کے آنے پر بہت خوش تھے۔اس کی پیشانی چوم کر دعائیں دے رہے تھے۔

"تم بیٹھو میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ مرے مرے قدم اٹھاتی آگے بڑھی۔

"تم نے آکر ہمیں خاصا خوش کر دیا بیٹے۔۔امی ابو کو بھی لے کر آؤ کسی دن چائے پر!" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

"جی جی ضرور ابی! وہ جلد آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔انہیں آپ سے خاصی امید ہے۔" زمل کے کانوں میں جملے پڑ رہے تھے مگر وہ جیسے آج ٹھان کر آیا تھا کہ سب کو کنفیوز کرے گا۔وہ چائے بنانے اندر بڑھ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

---☆☆☆---

وہ تقریباً ماہ بعد صبح سویرے گھر سے باہر نکلا تھا۔پانچ بج رہے تھے جب وہ کاؤچ سے اٹھ کر منہ پر پانی مارتے ہوئے باہر نکل آیا۔وہ ایک چھوٹا مگر مضبوط لکڑی کا دروازہ تھا۔آس پاس گھرے درخت تھے۔اپنا اپارٹمنٹ چھوڑے اسے کئی دن ہو چکے تھے۔وہ آج کل اپنے پرانے اسپاٹ پر زندگی گزار رہا تھا جو شہر سے کافی دور اور جنگل کے قریب تھا۔دور تک آبادی کی کچھ خبر نہ تھی۔

اس نے باہر نکلتے ہوئے اپنی گاڑی کو ایک نظر دیکھا اور جیکٹ میں ہاتھ ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

پرندوں کی چہچہاہٹ بڑھتے وقت سے بڑھتی جارہی تھی۔ وہ اونچی نیچے ڈھالان پار کرتے ہوئے وہ ایک مکمل کھلے آسمان تلے کھڑا تھا۔ اب اوپر کرنے پر درخت نظر نہیں آرہے تھے۔ اس نے اس اونچی سی جگہ پر کھڑے ہو کر ہر سو نظر دوڑائی۔ سر کے بال اور شیو خاصی بڑھی ہوئی تھی۔ بال پیچھے چھوٹی سی پونی میں قید تھے۔۔ بھلے لگتے تھے مگر حال بکھرا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اس نے جیب سے موبائل نکالا جسے اس نے باہر آتے ہوئے جیب میں ڈال لیا تھا۔ وہ چار دنوں بعد آج پہلی بار موبائل دیکھ رہا تھا۔ اس چھوٹے سے گھر میں ضرورت کا ہر سامان موجود رہتا تھا۔ یہ وہ چھوٹا سا اسپاٹ تھا جس کے بارے میں صرف دو لوگوں کو معلوم تھا۔ ایک اس کی ماں اور دوسرا مراد۔۔ مگر اب۔۔ اب صرف ایک شخص کو معلوم تھا کیونکہ دوسرا اب اس کے پاس نہیں تھا۔ اس نے موبائل کی چمکتی اسکرین پر پرانے میسجز دیکھے۔ فرقان کی ان گنت کالز اور میسجز سے موبائل کی نوٹیفکیشنز فل تھیں۔۔ وہ اسے واپس بلا رہا تھا۔۔ اس نے امی کی چیٹ کھولی۔ وہ اسکرولنگ کرتا ہوا اوپر جاتا رہا اور ان کی طرف سے موصول ہوئے وائس میسجز دیکھتا رہا۔ روزانہ اکا دکا وائس میسج ریسیو ہو جایا کرتا تھا۔ یہ میسجز اسے ماں کی موت والے دن سے ریسیو ہو رہے تھے۔ وہ میسجز کی تعداد سے ماں کی موت کے دنوں کا اندازہ لگا رہا تھا۔ پتا نہیں کتنے ہفتے یا مہینے بیت گئے۔

"میرا بیٹا۔۔ میرا وجیح۔۔ کہاں ہے بیٹا۔۔ ابی کے پاس آجا۔" وہ درمیان درمیان سے وائس نوٹ اوپن کر رہا تھا۔

"میں نے آج تجھے بہت یاد کیا۔ تیرا ابی مزید بوڑھا ہو گیا ہے۔۔ میرے پاس آجا۔۔ مجھے خود کو دیکھنے دے وجیح یوں دور رہ کر ہمیں مت ستا۔" ان کی کمزور آواز اس کی تکلیف بڑھا رہی تھی۔ اس کا دم گھونٹ رہی تھی جیسے وہ سانس کھل کر لینا چاہتا ہو۔

"میری آنکھوں کی ٹھنڈک میری مائرہ کا نور! میں زمل کو کہتا ہوں کہ تجھے بلا لے۔۔ وہ بلائے گی تو آئے گا نا تو؟ وہ منع کر دیتی ہے۔۔ دوستی نہیں رہی شاید اب۔۔" وہ زمل کے نام پر تھوک نگل کر رہ گیا۔

"میرے اندر تجھے کھونے کی ہمت نہیں بیٹے۔۔ تیرا نانا بوڑھا ہو گیا ہے۔۔ تیری ماں کا بوڑھا باپ اپنی قبر میں جانے سے پہلے تجھے دیکھنا چاہتا ہے۔"

ایسا نہیں تھا کہ وہ آفس کا کام نہیں کرتا تھا۔ اکثر فرقان کو ای میل ریسیو ہو جایا کرتی تھی۔ وہ بس دوڑ کر پرانی دنیا میں لوٹ جانے سے گھبراتا تھا اس لیے سارا کام لیپ ٹاپ نے سنبھال رکھا تھا۔۔ اس نے موبائل جیب میں ڈال کر کشادہ آسمان کو دیکھا۔۔ مگر وہ اب لوٹ رہا تھا۔ اس حقیقت کو قبول کرتے ہوئے کہ مائرہ زمین کے چھ فٹ اندر دھنس چکی ہے اور وہ اب تک حیات سانسیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لے رہا ہے۔ سب صحیح ہو گیا تھا شاید۔۔ یا شاید سب خراب ہو گیا تھا۔ وہ آدمی زندہ تھا، مائرہ مر چکی تھی اور ویجیح مر رہا تھا۔ یہ کس کی جیت اور کس کی ہار تھی؟ یہ کس سے جیت اور کس سے ہار تھی؟

اگلے دن صبح دس بجے وہ آفس میں داخل ہوا تھا۔ سیاہ پینٹ کوٹ اور چمکتے جوتے ہی تو اس کی شان تھے۔ بالوں کی پیچھے چھوٹی پونی اور شیو ہلکی بڑھی بڑھی۔۔ اس نے خود ہی شیو درست کر لی تھی مگر کلین نہیں کی تھی۔ فرقان کی تو گویا جان میں جان آئی۔ اس کی موجودگی کی خبر پا کر وہ گویا دوڑتا ہوا آیا تھا اور گلے سے لگا تھا۔

"کہاں تھا یار تو۔۔ ڈھائی مہینے غائب رہا۔"

"ڈھائی مہینے ہو بھی گئے۔۔" وہ زیر لب بولتے ہوئے اپنے آفس میں نظر دوڑانے لگا۔ اس کی ماں کو مرے ہوئے ڈھائی مہینے ہو چلے تھے۔

"صرف ای میلز موصول ہوتی رہیں اور غائبانہ کام ہوتا رہا۔ نہ میسجز دیکھے نہ حال سنایا۔ میں کتنا فکر مند رہا ہوں۔" ویجیح بس اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کرتا رہا۔

"نکاح مبارک ہو۔" ایک ماہ قبل اس کا نکاح تھا۔ اسے یکدم ہی خیال آیا۔ فرقان کھل کر مسکرایا۔

"بہت شکریہ! نکاح پر تو آنا ہو نہیں پایا لیکن جب بھی شادی ہو گی میں امید رکھتا ہوں کہ تم ضرور آؤ گے۔"

"مجھے خوشی ہے تم نے آفس بہت اچھے سے سنبھالا۔۔ شکریہ فرقان! میرے پیچھے تم نے میری ہر چیز کا دھیان رکھا۔" اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے وہ اپنی میز کی جانب بڑھ گیا۔ فرقان کی مسکراہٹ کسی بات کو یاد کر کے سمٹتی چلی گئی۔

"پچھلے کئی دنوں سے مراد اور غازی آفس کا چکر لگاتے رہے ہیں۔" اس کی بات پر وجیح نے جھٹ سے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"وہ دوبارہ آئیں گے۔۔ انہیں میرا مت بتانا۔ مجھے کسی سے نہیں ملنا فرقان! مجھے کسی کے پاس نہیں جانا۔" کیا تھا اس کے چہرے پر کہ فرقان بھی کچھ بول نہ پایا۔

"ٹھیک ہے۔ تم فکر مت کرو۔" وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

جس دن وہ آفس لوٹا تھا اسی دن حنانہ اس کے پاس آئی تھی۔ حنانہ ملک۔۔ اس کے گہرے دوست کی واحد محبت!

"خیریت مس حنانہ؟ آپ اس وقت یہاں؟" رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ فی میل اسٹاف کو جلدی جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی پھر جانے وہ اب تک یہاں کیوں ٹھہری تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں آپ کے فری ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔" وہ اسے بغور دیکھنے لگی جو پہلے جیسا تو بالکل نہیں لگتا تھا۔ آنکھوں کے گرد گہرے حلقے تھے۔۔ بال بڑے اور شیو بھی کلین نہیں تھی جیسے وہ رکھا کرتا تھا۔ اس سیاہ کوٹ اور ہلکی روشنی میں وہ دنیا کا تھکا ہارا شخص محسوس ہو رہا تھا۔ حنانہ کو دیکھتے ہی اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر بجھا دی۔

"آئیں بیٹھیں۔۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کا کہا۔

"مجھے۔۔ مجھے پتا چلا آپ کی امی کے بارے میں۔۔" وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر بات کر رہی تھی۔ ماں کے ذکر و جیح نے آنکھیں سختی سے بھینچ کر کھولیں۔ وہ پورے دن اس ذکر سے بچتا پھر رہا تھا۔ رات کے وقت یہ ذکر اسے دوبارہ اس کبھی نہ پوری ہونے والی کمی کی یاد کروا گئی۔

"ہوں۔" وہ اضطرابی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"اللہ تعالی آپ سب کو صبر دیں اور آپ کی امی کے درجات بلند عطا فرمائیں۔۔" کتنا ٹھہرا ہوا لہجہ تھا۔

"آپ صرف اس لیے اتنی دیر تک ٹھہری رہیں حنانہ؟ رات کا وقت ہے آپ کو جلدی گھر نکل جانا چاہیے تھا۔ اگلے دن کہہ دیتیں۔" اس نے باہر سیاہ آسمان کو دیکھا۔

"آپ کے آنے کی کس کو خبر مسٹر وجیح! اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ کل بھی آنے والے ہیں تو یقیناً میں نہ رکتی۔ اب میں چلتی ہوں۔" وہ بیگ کندھے پر ڈالتی ہوئی مڑ گئی۔ وجیح کئی لمحے دیکھتا رہا پھر نہ جانے کیوں خود کو روک نہ سکا۔ وہ گلاس وال کی جانب سے گھومتا ہوا باہر کی طرف آیا تھا۔

"آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اہمیت دی۔ میں اپنے غم کے بارے میں کسی سے بات نہیں کرتا ہوں۔۔ میں مراد کے حوالے سے آپ سے کچھ بات نہیں کرنا چاہتا مگر۔۔ اس نے اپنی بہن کھوئی ہے۔ اسے شاید آپ کی سب سے زیادہ ضرورت ہو۔" وہ اس کی بات پر جھٹکے سے پلٹی تھی۔ وہ رشتے کو سمجھنے لگی۔ وجیح کی ماں مراد کی بہن تھی؟ وجیح اور مراد کزنز یا گہرے دوست نہیں تھے؟ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نمودار ہوئے۔ وہ باہر نکل گیا کہ درد کی لہر اٹھ چکی تھی۔ اپنا موبائل فون سرونٹ سے منگواتے ہوئے وہ پارکنگ لاٹ کی جانب بڑھ چکا تھا۔

---☆☆☆---

مزید ایک ماہ بیت گیا۔ وہ آج کافی دنوں بعد ماموں کے آنے پر تیار ہوئی تھی۔ سادہ مگر خوبصورت سے لان کا سوٹ پہن کر اس نے کاجل بھی لگایا تھا اور ہلکی جیولری بھی پہنی تھی۔ اس نے کھانے میں کافی کچھ بنایا تھا۔ غازی کی توعید ہو گئی تھی۔ ان ساری ڈشز لسٹ اس نے ہی زمل کو دی تھی۔ ماموں مامی اور گھر کے تمام افراد آئے تھے۔ وہ کافی خوش اور مطمئن تھی۔ ماحول کافی بہتر

ہو چکا تھا۔ کافی دنوں بعد اس نے کوئی خوشی محسوس کی۔ باتوں کا دور چلا، کھانا لگا اور تعریفیں وصول کی گئیں۔ رباب زمل کا ہاتھ بٹاتی سب میں آگے آگے تھی البتہ لبنیٰ کو اس کی موجودگی نہ بھانے کے باوجود نارمل ایکٹ کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ مہمانوں سے گفتگو کر رہی تھیں۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب باتوں ہی باتوں میں سعد اور زمل کے حوالے سے بات ہونے لگی۔۔ اور یہی وہ مقام تھا جب زمل کو کافی کچھ سمجھ آنے لگا۔ اس نے نظر پھیرتے ہوئے سعد کو دیکھا جو اسے بار بار مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اب دیکھیں ہمیں تو اپنی بیٹی بہت پسند ہے!" ماموں نے بڑے پیار سے زمل کو دیکھا۔

"کیوں نہیں۔۔ جتنی ہمیں پیاری ہے اتنی آپ کو بھی ہو گی!" ابی کو بے انتہا اپنی پوتی پر پیار آیا۔

"ابی بس ہمیں ہماری بیٹی دے دیں۔" یکدم ہی لمحے بھر کی خاموشی چھا گئی۔

"کیا مطلب؟ تمہاری ہی تو بیٹی ہے۔۔" ابی نے دھیرے سے چائے کا گھونٹ بھرا۔ زمل کا دل حلق میں آگیا۔ اس کی سانسیں بڑھتی چلی گئیں۔ اس نے تیزی سے سعد کو دیکھا جو اسے کسی شرارت سے تک رہا تھا۔

"ابی ہم اپنے سعد کے لیے زمل کو چاہتے ہیں۔" یہ بات ہوئی نہیں اور زمل جو ابی کے صوفے کے ہینڈل پر ٹکی بیٹھی تھی تیزی سے کھڑی ہو گئی۔ اس کا یوں کھڑا ہونا سب نے محسوس کیا۔ اس

نے ایک نظر سعد کو دیکھا۔۔ سعد کو دیکھنے پر اسے صرف سعد کا چہرہ نظر نہیں آیا بلکہ سعد کے ساتھ گزرے بہت سارے لمحات یاد آ گئے اور ان لمحوں کی کرواہٹ اس کی شخصیت میں گھل گئی۔ وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ "زمل کو کیا ہوا؟" سعد نے حیرانی ظاہر کی۔

"بچی ہے شرما گئی ہو گی۔ عموماً اس موقع پر بچیاں شرما جاتی ہیں۔ آپ بتائیں ابی! میں اپنی بہن کی نشانی اپنے پاس بہت محبت سے رکھنا چاہتا ہوں اور پھر سعد بھی آپ کا دیکھا بھالا لڑکا ہے۔۔ ذمہ دار ہے اور اب تو کماتا بھی ہے۔ جب آپ کہیں گے انگھوٹیاں پہنا دیں گے۔" انہوں نے ہاں یا ناں آپشن ہی نہیں دیا۔۔ سیدھا بات انگھوٹیوں تک آ گئی۔ "سعد کافی پسند کرتا ہے زمل کو۔۔ اور زمل بھی تو اس کے ساتھ کتنی خوش رہتی ہے۔" زمل کا گھر چھوڑ جانے کا خیال ہی ابی کو تکلیف سے دوچار کر گیا۔ وہ اس سب میں بھول گئے تھے کہ وہ صرف زمل صرف ان کی نہیں تھی بلکہ سگی تو وہ اپنے ماموں کی بھی لگتی تھی۔

" صحیح کہتے ہو تم۔۔ اچھا دیکھا بھالا لڑکا ہے سعد اور ہمیں کافی پسند بھی ہے۔ بس زمل ابھی پڑھ رہی ہے تو ہم۔۔"

"ارے ابی کوئی مضائقہ نہیں! ہم تو صرف منگنی کی بات کر رہے ہیں۔ دو ڈھائی سال میں شادی کر لیں گے کوئی جلدی نہیں۔" زمل کے ماموں کی تیاری گویا پوری تھی۔

"رشتہ تو واقعی بہت اچھا ہے۔۔ ہمیں بھی کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا مگر ایک بار زمل سے بات کر کے ہم بات کو آگے بڑھا سکیں گے۔" لبنیٰ تائی گفتگو میں لقمہ لیا۔ وہ مطمئن تھیں۔ ابی سر ہلا گئے کہ اتفاق کرتے تھے۔

"جی بس وہ مناسب نہیں لگ رہا تھا حالانکہ آنا تو ہم کتنے پہلے سے چاہتے تھے۔ مگر تھوڑی جھجک تھی کہ شاید وجیح کو نہ دیکھ رہے ہوں آپ زمل کے لیے۔۔ اور پھر جو سانحہ ہوا بعد میں! اللہ صبر دے آپ سب کو۔۔ اب جیسے ہی موقع ملا ہم دوڑے چلے آئے۔" مامی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ زمل دوسرے کمرے میں گم صم بیٹھی تھی۔ شاہ ویز جو ابی کے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا اسے دوسرے کمرے میں بیٹھے دیکھ کر وہاں چلا آیا۔ ابی کے کمرے سے آتی آوازیں واضح سنی جا سکتی تھیں۔

"نہیں وجیح اور زمل کے بارے میں تو ایسا کوئی خیال نہیں آیا۔ کیوں ابی؟" لبنیٰ تائی کی آواز تھی۔ وہ تھوڑی کنفیوز نظر آتی تھیں۔ شاہ ویز نے دوسرے کمرے میں بیٹھی زمل کے تاثرات جانچنے چاہے۔ وہ سن بیٹھی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ "دونوں دوست ضرور رہے ہیں مگر ہمارا دھیان بھی اس جانب نہیں گیا۔ البتہ ہمارا وجیح بہت قابل ہے ماشاءاللہ۔"

Clubb of Quality Content

"وجیح کہتا تو ہم اس کا بھی مان رکھتے لیکن ایسی کوئی بات کبھی سامنے ہی نہیں آئی اس لیے سب وہم ہے۔" ابی نے اضافہ کیا۔ زمل کے کان میں آواز پڑی تھی اور اس نے تھوک نگلا تھا۔ "اب چونکہ آپ رشتہ پہلے لے آئے ہیں تو بات آپ کی ہی رکھی جائے گی۔۔اور جیسا بھو نے کہا ہم پہلے زمل بیٹی سے مشورہ کر لیں گے پھر آگے بات چلائیں گے۔" سب اتفاق کر گئے۔

شاہ ویز زمل کا چہرہ تکنے لگا۔ اس نے دھیرے سے سر اٹھا کر شاہ ویز کو دیکھا جو خاموش کھڑا تھا۔

"وجیح سے بات کرو۔" اس جملے میں جانے کیا کیا تھا۔ زمل صرف سوچتی ہی رہ گئی۔ وہ سر جھٹک گئی۔ "ابی کبھی زبردستی نہیں کریں گے۔ وہ وجیح سے اوپر تمہارے لیے کسی رشتے کو نہیں رکھیں گے۔" وہ دوبارہ بولا تھا جیسے اسے یقین ہو۔ زمل بے آرام ہوئی۔

"وجیح سے بات کروں۔ وجیح اور میرے درمیان کوئی بات نہیں ہے شاہ ویز۔" اس نے سرخ زخمی آنکھیں اٹھا کر اسے کسی تکلیف سے دیکھا۔

"تم سعد سے منگنی کر لو گی؟" اس کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں۔

"پتا نہیں۔۔مجھے تنگ مت کرو۔" وہ اٹھ کر باہر نکل گئی کہ اس سوال سے بچنا بہت مشکل تھا مگر بے حد ضروری تھا۔

---☆☆☆---

اس نے جب سے سنا تھا ابی اس سے اکیلے میں کچھ بات کرنا چاہتے ہیں 'وہ کمرے سے کم نکلنے لگی۔ یونیورسٹی جاتی اور وہیں سے ڈرائیور کے ساتھ حذیفہ کو لے کر گھر آجاتی۔ غازی نے اس کو لانے لے جانے کے لیے ڈرائیور کا انتظار کر دیا تھا۔ ابی شام کی چائے پر زمل کا پوچھتے تو انہیں ایک ہی جواب ملتا کہ یونی کی وجہ سے تھک ہار کر سو گئی ہے۔ وہ جانتی تھی ابی جواب مانگیں گے اور اس کے پاس انکار کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔۔ وہ یقیناً اس سے پوچھتے کہ اس کی پسند کون ہے؟ یہ سوال اسے خوف دلا رہا تھا 'دھیان بھٹکا رہا تھا۔ وہ کیسے کسی کا نام لیتی۔۔ وہ کیسے اس کا نام لے لیتی۔۔ اس شخص کا جس کا کچھ اتا پتا نہیں تھا۔ جس کی خبر بھی نہیں تھی کہ کیا وہ کبھی لوٹے گا۔ وہ روزانہ کمرے میں بند ہو جایا کرتی اور اس سوال کا گھنٹوں گھنٹوں حل سوچا کرتی۔ کبھی کبھی نہ تو ابی کا سامنا کرنا ہی تھا۔ آج اس بات کو ساتواں دن تھا۔ ایسا لگ رہا تھا ڈیڈ لائن نزدیک ہے۔

آج کل وہ سعد کو ضرورت سے زیادہ سوچ رہی تھی۔ اس کی باتیں، اس کی شخصیت اور وہ تمام چیزیں اور عادتیں جو شادی کے بعد زمل کے حصے میں آنی تھیں۔ کیا واقعی سعد کو نہ چننے کے پیچھے کوئی بڑی وجہ تھی؟ اس نے موبائل کی کالی اسکرین کو دیکھا اور شدت سے وجیح کے ایک میسج کی امید لگانے لگی۔ وہ جانتی تھی۔۔ اسے سو فیصد یقین تھا اس کا میسج نہیں آئے گا۔ اس مشکل حال میں نہ

جانے وہ کہاں تھا۔اسے دکانوں کا معاملہ یکسر بھول گیا۔ سعد سے منگنی اب زیادہ کھٹن معاملہ لگتی تھی۔ یہ تب کی بات تھی جب رباب اسے اوپر بلانے چلی آئی تھی۔

"ابی بھی ہیں؟"اس نے ہونٹ دھیرے سے چباتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں زمل! ابی ہی بلا رہے ہیں تمہیں۔۔اور اب چھوڑو نا یہ سب! نیچے آؤ اور ابی سے بات کرو۔ انہیں خواہ مخواہ لگ رہا ہے کہ تم خفا ہو۔"وہ سمجھتی تھی کہ زمل کیوں چھپی پھر رہی ہے۔زمل نے ٹھنڈی سانس بھری اور ڈوپٹہ شانے پر ڈالتی ہوئی نیچے چلی آئی۔شام کی چائے دور جاری تھا۔ لاؤنج میں تقریباً سب ہی بیٹھے تھے۔رباب کی موجودگی میں لبنیٰ ذرا سخت تاثرات لیے ہی بیٹھا کرتی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیسے ہیں ابی آپ۔۔"اس کا لہجہ ہر شے سے بیزار تھا۔

"کیا ہوا؟ بیمار ہو کیا؟"ابی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ہاں بس ذرا آج کل جلدی تھک جاتی ہوں۔پڑھائی بھی مشکل ہے اور پھر حذیفہ کو پڑھانا'کھلانا' پلانا اور سلانے میں ہی وقت لگ جاتا ہے۔"وہ گہری سانس خارج کرتی ہوئی جیسے بہت تھکے تھکے لہجے میں بولی حالانکہ یہ تھکاوٹ نہیں تھی۔۔اس کے انداز کی بے بسی اور خیالات کی ناامیدی تھی۔

"ہم نے بھی بس تمہاری مشکل آسان کرنے کا سوچ لیا ہے۔ حذیفہ کے لیے ٹیوشن ٹیچر کا بندوبست کرتے ہیں تم خود کو نہ یوں خوار کیا کرو۔ اس کو ہفتہ اتوار کی چھٹیوں میں اس کے ماموں کے گھر بھیج دیا کرو۔ اچھا ہے وہ زیادہ گھل مل لے کیونکہ پھر تو اسے تم سے ملنے وہیں آنا ہو گا۔"

وہ بہت پیار سے شرارتی لہجے میں بولے تو غازی اور شاہ ویز نے بے حد خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ زمل کا دل اور بیٹھتا چلا گیا۔ اس کا جی چاہا وہ روئے مچلے اور اس سب سے کہیں دور بھاگ جائے۔

"آپ میری۔۔" اس کے حلق میں گویا کچھ پھنسا۔ "آپ میری شادی کر دیں گے؟" ابی کو اس پیارے سے شکوے نے نہال کر دیا۔ لبنیٰ بے اختیار مسکرائیں۔

"بیٹیوں کو ساری زندگی گال سے گال ملائے نہیں رکھ پاتے ورنہ کبھی میں اپنی بیٹیوں کو جدا نہ کروں۔" ابی نے اس کا ہاتھ پیار سے بھینچا۔ "تم جانتی ہو زمل۔۔ ہماری اپنی اولاد جب ساری عمر ہمیں اتنی عزیز رہیں تو سوچو ہماری اولادوں کی بیٹیاں مجھے کتنی عزیز ہوئی تھیں۔ کبھی سوچا نہیں تم نے ہر شام کی چائے پر ہم تمہاری موجودگی کا انتظار کیوں کرتے ہیں؟ اور ہم تمہاری منگنی کر رہے ہیں ابھی۔۔ شادی نہیں۔۔ جب شادی بھی کریں گے تو کون سا تم دور جاؤ گی۔ ہمارے نزدیک رہو گی۔ تمہاری ماں کے بھائی پر بہت مان ہے ہمیں! یقین ہے ہمیں کہ وہ بھی تمہارا اتنا

خیال رکھیں گے جتنا ہم۔۔"ان کی باتیں اس کا فیصلہ مشکل کر رہی تھیں۔وہ چپ رہی تو ابی کو اس کی خاموشی محسوس ہوئی۔"کیا ہوا؟چپ کیوں ہو گئی؟"اس کی نگاہ شاہ ویز پر اٹھی تھی۔ عجیب بات تھی کہ اس نے کبھی شاہ ویز کو اپنے جذبات نہیں سنائے تھے مگر پھر بھی اسے سب معلوم تھا۔وہ اسے دیکھ رہا تھا۔۔نہ آنکھیں جھپک رہا تھا اور نہ ان آنکھوں میں کوئی تاثر تھا۔وہ جیسے تک رہا ہو یا سب جانتے ہوئے اس کا جواب جاننا چاہتا ہو۔"ہمیں معلوم ہے تم ابھی گھبرا رہی ہو۔سعد تمہیں پسند تو ہے نا؟جانتی ہو'ہمیں اس دن معلوم پڑا کہ جس لڑکی کو ہم پورے حق سے اپنی اولاد کہتے ہیں وہ حقیقتاً پوری پوری کی ہماری نہیں ہے۔اس پر اور بھی لوگوں کا حق ہے۔۔اس بات کا احساس ہمیں تب ہوا جب تمہارے ماموں نے سعد کے لیے ہماری زمل کا رشتہ مانگا۔۔ہمیں لگا جیسے ہم کبھی خود سے منع کر ہی نہیں پائیں گے۔ان کا بھی تو حق ہے کہ اپنی بہن کی اولاد پر ذرا اپنا بھی حق جتائیں۔"وہ دکھی تھے مگر مسکرا رہے تھے۔وہ شاہ ویز کو بنا کسی تاثر کے تکتی رہی۔"ہم تمہیں خاندان سے باہر نہیں بیاہ دینا چاہتے۔۔اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔"انہیں زمل کو کسی باہر کے شخص کو دینا ہر گز گوارا نہیں تھا۔اپنے ماضی کے تجربے سے وہ آج تک سیکھتے ہی آئے تھے۔"تمہیں سعد سے کوئی مسلہ ہے؟"

"نہیں۔۔"اس نے دھیرے سے جواب دیا۔واقعی وہ اسے کس بات کے لیے رجیکٹ کرتی۔

"کیا وہ ایک اچھا لڑکا نہیں ؟" اس نے تھوک نگلا۔ کیا واقعی شادی کے لیے صرف یہ بات کافی ہوتی ہے کہ لڑکا اچھا ہے یا نہیں ؟

"مجھے اس سے کوئی مسلہ نہیں۔۔"

"وہ تمہارا دوست ہے ؟"

"جی ابی۔۔" یہ کیا ہو رہا تھا۔۔اس کے سارے جواب غیر ارادی طور پر سعد کے حق میں کیوں جا رہے تھے۔

"ہاں ہم جانتے ہیں۔ تمہارے ماموں صاحب بھی تو کتنے اچھے آدمی ہیں۔ ہمیں ملنساری سے ملتے ہیں۔ تم یقیناً وہاں خوش رہو گی۔ سعد بتا رہا تھا ہمیں کہ نئی جاب لگی ہے اس کی۔۔ کافی ہوشیاری کی باتیں کرتا ہے۔ اچھا لڑکا ہے، اچھے سے ملتا ہے۔ تم چاہو تو دو دن لے لو اور ہمیں جواب دے دو۔ ہم پہلے ہی جواب دینے میں تاخیر کر چکے ہیں۔ بس ہم چاہتے ہیں ہماری زندگی میں ہی تمہاری بات طے کر دی جائے۔۔ اور بھلا کس چیز سے ڈر رہی ہو ؟ ہم تمہاری شادی بالکل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے میرا بیٹا ! پڑھو اور پڑھائی مکمل کرو۔ دو سال انتظار کرتے ہیں۔ دو سال کی بات کریں گے ان سے اگر وہ مان گئے تو بات آگے بڑھا دیں گے۔" ابی کو گویا کسی بات میں کوئی مسلہ نظر ہی نہ آیا۔۔ اور نظر آتا بھی کیسے۔۔ ان کی آنکھوں سے بہت کچھ دور تھا۔ سعد کی شخصیت، زمل کے

جذبات اور وجیح۔۔ وہ تو مکمل ان کے وہم و گمان سے خاصا دور تھا۔ وہ اثبات میں صرف سر ہی ہلا سکی۔

---☆☆☆---

ان دو دنوں میں وہ دیوانی ہی ہو گئی۔ بالآخر اس نے کتنے ہی مہینوں بعد وجیح کے نمبر پر کال ملا ہی دی اس بات سے بے خبر کہ وہ دو روز قبل ہی وجیح اپنا نمبر بدل چکا تھا۔ صرف دو روز کا فاصلہ اس کی زندگی بدل گیا۔ نمبر مسلسل بند آرہا تھا۔ اس نے غازی کے موبائل سے وجیح کے آفس کا نمبر نکالا اور اس بار اس پر ٹرائے کیا۔ شاہ ویزان دو دنوں میں بہت بار اس کی رائے جاننے کے لیے آیا تھا مگر وہ ہر بار اسے ناکام لوٹا گئی۔ وہ اپنے اندر کی بڑھتی اس الجھن کو فالحال کسی سے بھی ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اگر دوسری جانب وجیح نے کال اٹھا بھی لی تو وہ اس سے کیا کہے گی؟ کیا وہ اس سے کہے گی کہ اسے بچالے؟ یا وہ اس سے پوچھے گی کہ تمہارے پیچھے میرا کیا وجیح؟ مگر کیا حیثیت تھی اس کی؟ کون تھی وہ وجیح کی؟ ابھی تو صرف ڈھائی مہینہ بیتا تھا مائرہ کی موت کو؟ کیا وہ اس الجھن، اذیت، تکلیف اور پریشانی میں بھی اس کا ساتھ دے گا؟ کیا وہ اس عرصے میں خود کو سلجھا پایا تھا؟ کیا وہ اس کی خاطر لوٹے گا؟ یا پھر نہیں۔۔ کیا وہ اپنی خاطر

لوٹے گا کبھی؟ کاش وہ پہلے کی طرح اسے بلا پاتی۔ کاش وہ پہلے کی طرح کال اٹھا کر کال نہ دیکھنے پر معذرت کر لیتا۔ اس بار وہ اس کی ہر بار کی معذرت سے الجھن کا شکار نہ ہوتی۔

"آپ کون ہیں؟" دوسری تیسری بار دوسری جانب لڑکی نے پوچھا تھا تو وہ ہوش کی دنیا میں آئی۔

"مجھے وجیح خان سے بات کرنی ہے۔" وہ تیزی سے بولی کہ کہیں اس کی کال نہ بند کر دی جائے۔

"وہ آج کل اپنی پینڈنگ میٹنگز میں خاصا مصروف ہیں جس کی وجہ سے آج کل وہ کوئی کال نہیں لے رہے ہیں۔ آپ مجھے بتادیں کیا کام ہے۔ میں ان کو انفارم کر دوں گی۔" یہ بات اسے افسردہ کر گئی۔ اسے لگا اس کی آخری امید کا دیا بجھ رہا ہے۔

"ان سے کہیے گا کہ ان کی دوست کی کال آئی تھی۔ وہ سمجھ جائیں گے۔" وہ اکلوتی دوست ہی تو تھی۔ پتا نہیں اب بھی دوست تھی یا نہیں۔۔ اس نے پورا ایک دن اس کی کال کا انتظار کیا اس امید پر کہ اس کے کانوں کو یہ خبر پہنچے گی تو وہ لازمی کال کرے گا۔ شاید وہ کبھی اس تک پہنچ ہی نہ سکی۔ اس کی ساری امیدوں کی شمعیں بجھ گئیں۔

اس روز میٹنگ کے اختتام پر مس نازش نے اس کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

"سر آپ کے لیے لینڈ لائن پر ایک کال آئی تھی۔ انہوں نے خود کو آپ کی دوست کہہ کر متعارف کروایا۔ میں نے انہیں خبر کر دی تھی کہ میں آپ کو انفارم کر دوں گی۔" وہ خبر اس تک پہنچ چکی تھی اور وہ اس کے دوست والے متعارف پر ہی سمجھ چکا تھا کہ وہ کس کی بات کر رہی ہے۔ آج دل ان کتنے مہینوں میں پہلی بار کسی جذبے سے دھڑک رہا تھا مگر اس نے اپنے ہر خیال اور خواب پر تالے لگائے ہوئے تھے۔ ایک چاہ سے موبائل کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنا ذہن اس کے علاوہ ہر خیال کی جانب مبذول کر لیا تھا۔

---☆☆☆---

"دیکھو زمل! مجھے سعد بالکل نہیں پسند۔۔ تم وہاں کیسے رہو گی یار؟ تمہیں اتنے چھوٹے کمروں اور خراب رویوں کی عادت بھی تو نہیں ہے۔ بلکہ مجھے سعد تو شروع سے نہیں پسند! کتنا چڑچڑا لڑکا ہے وہ۔۔ نہیں رکھ پایا خوش تو؟" شاہ ویز اس کے سر پر کھڑا تھا جب اسے خبر ہوئی کہ بالآخر دونوں کی مہلت ختم ہوتے ہی اس نے ابی کو منگنی کی حامی بھر دی۔

"پھر تمہارے خیال میں کون رکھ سکے گا مجھے خوش؟" وہ سنگھار کی میز کی جانب مڑی ہوئی تھی وہ جب اس کے کمرے میں کھڑے ہو کر تقریباً چلا ہی رہا تھا۔ وہ یکدم ہی کہتے ہوئے پلٹی تھی جب شاہ ویز نے اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر سناٹے میں آیا۔ رباب اس کی آواز پر کمرے سے

نکل آئی تھی۔ "بتاؤ؟ کون رکھے گا مجھے خوش ؟اور تم مجھے کیسے گارنٹی دے سکتے ہو کہ کل کو میں جس کی بیوی بنوں گی وہ میرا ہمیشہ خیال ہی رکھے گا؟" وہ سپاٹ لہجے میں کچھ اونچی آواز میں بولی۔

رباب نے شاہ ویز کا بازو بھینچ کر دھیرے رہنے کا اشارہ دیا۔

"سعد تمہارے مائنڈ سیٹ کا نہیں ہے زمل۔۔" بالآخر وہ اسے بچوں کی طرح سمجھانے پر آگیا۔

"تو کون ہے میرے مائنڈ سیٹ کا شاہ ویز؟ تم کیا چاہتے ہو؟ تم مجھے کس کی بیوی بنانا چاہتے ہو؟"

وہ برش بیڈ پر پھینکتے ہوئے چلتے ہوئے اس کے پاس آئی۔

"تمہیں وہ ڈیزرو نہیں کرتا۔" شاہ ویز کی آواز دھیمی ہو گئی۔

"جو تمہارے مطابق مجھے ڈیزرو کرتا ہے' کبھی تم نے اس سے پوچھا ہے کہ وہ مجھے ڈیزرو کرنا چاہتا بھی ہے یا نہیں؟" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ وہ ہمیشہ اسے ہی کیوں سمجھانے آجاتا تھا۔ "وہ خود کے بارے میں بھی ٹھیک ہی کہتا تھا۔ میں پاگل تھی جو سمجھتی تھی کہ وہ خود کو صرف نیچا دکھاتا ہے۔"

اس نے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے اندازہ ہوا جیسے وہ زیادہ بول گئی۔ اس نے تھوک نگل کر خود کو آئینے میں دیکھا اور اپنے کہے الفاظ پر شرمندہ ہونے لگی۔ "سعد بہت چاہ سے میرے لیے رشتہ لایا ہے شاہ ویز! میں ابی کو منع کر کے انہیں دکھی نہیں کر سکتی۔ میں انہیں کیسے منع کر سکتی ہوں؟ ان کا مجھ پر بہت احسان ہے شاہ ویز۔۔" وہ جذباتی ہونے لگی۔

"تم ان کی پوتی ہو زمل۔۔انہوں نے آج تک جو کیا وہ احسان نہیں محبت تھی۔۔"انہوں نے تصحیح کی۔

"وقت بہت کم ہے شاہ ویز۔میں یہاں زندگی بھر تو نہیں رہ سکتی نا۔مجھے نہیں معلوم یہ فیصلہ میں نے کیسے کیا ہے۔مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ اعوان ہاؤس میرا ہمیشہ ٹھکانہ نہیں رہے گا۔میرے آگے پیچھے اب صرف ابی اور تم لوگ ہو۔میں بن ماں اور باپ کی اولاد ہوں اور مجھے اپنے بارے میں خود سوچنا ہے۔ہر فیصلہ دل سے تو نہیں لیا جاتا نا شاہ ویز۔اس بار بس میں نے دماغ سے فیصلہ لے لیا ہے۔میرے پاس یہ دو سال پڑھائی ختم کرنے کے ہیں۔میرے پاس کسی کو افسردہ کرنے والا دل نہیں اور ویسے بھی ابی اپنی عمر کو لے کر خوفزدہ ہیں۔وہ اس خوف میں ہیں کہ ان کے بعد میں تنہا نہ رہ جاؤں یا اب ایک اور بیٹی اپنی زندگی کا فیصلہ خود لے کر اپنی زندگی برباد نہ کر دے۔میں انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی۔"وہ کیسے بتاتی وہ کیا چاہتی ہے۔اس پوری بات میں وہ اس بات پر ہی زور دیتی گئی کہ سماج کیا چاہتا ہے۔۔دل کی سننا اس نے چند روز پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔وہ اب سمجھ گئی تھی کہ دل کی باتیں تب ہی اچھی لگتی ہے جب حالات بھی ویسے ہی ہوں۔اس ادھوری خواہشات کو لے کر وہ اپنی جھول کہاں کہاں پھیلاتی۔اس کی آنکھوں کے کناروں میں آنسو ٹھہر گئے۔

"یہ سب آسان ہو گا؟" اسے پہلی بار وجیح کی ناموجودگی نے یوں ستایا۔ اسے پہلی بار وجیح کی وجہ سے چڑچڑاہٹ ہوئی۔ عجیب بات تھی وہ کیوں اس پر غصہ کر رہا تھا حالانکہ وجیح تو کچھ عرصے قبل ہی اس سے سعد کے حوالے سے بات کر کے بات دبا چکا تھا۔ وہ کیسے وجیح کو بتاتا کہ تمہارے سارے ڈر آج سچ ہو گئے۔

"You know what shahwaiz, I have convinced myself by noticing a lot of things that look little but they are bigger than we think. At least saad will not leave me behind when life gets rough and I need to lean my head on someone's shoulder. Life becomes so hard when you are with someone who never thinks about you."

یہ تمام باتیں اس کے دل خیال کے برعکس تھیں۔ کیا اس مقام پر وجیح کو اس سے بہتر جان سکتا تھا؟ شاہویز کا دل مطمئن کرنے کے لیے اس سے جو ہو سکا وہ سب کہہ گئی۔ شاید وہ خود کو اب لاجواب ہوتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ زمل کے دل میں غم کا ایک گولا جسے وہ نہ باہر کر سکتی تھی نہ

اندر رکھ پا رہی۔اس نے ایک آخری بار شاہ ویز کی موجودگی میں اندر کی تکلیف کو برداشت کیا۔وہ جیسے ہی اس کے کمرے سے باہر نکلا'زمل کی آنکھیں برس اٹھیں۔اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور اس بار اس نے خود کو صبر کا دامن نہیں تھمایا۔اگر رونا ہی تھا تو ایک آخری بار صحیح۔۔سب ٹھیک ہونے تک وہ ایک بار رو دینا چاہتی تھی۔اسے کافی دیر تک خود بھی نہ سمجھ آیا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔۔نہ عہد و پیمان نہ ایسی بے تکلفی پھر یہ دل کیوں ٹوٹا تھا؟ یہ تکلیف میں اضافہ کیوں ہو رہا تھا؟ وہ ویج سے کبھی نفرت نہیں کر سکتی تھی۔۔وہ دوسروں کی طرح نہیں ہو سکتی تھی۔جب عہد ہی کوئی نہیں تو وفا کیسی؟ اس نے کب پیار جتایا؟ کب اظہار کیا تھا؟ بھلا وہ کیوں اپنے خیالوں میں خواب سجائے بیٹھی تھی؟ قصور تو اس کا تھا۔۔مگر وہ ایک بار قسم تو کھائے کہ جذبات باہمی نہیں تھے۔۔بس ایک بار!

Clubb of Quality Content

۔۔۔☆☆☆۔۔۔

ایک ماہ بیت گیا۔ایسا لگتا تھا سب جیسے زندگی دوبارہ روٹین پر آگئی۔بس اب ایک بات کا اضافہ ہو چکا تھا کہ اعوان ہاؤس میں سعد کا نام تقریباً ہر بات میں لیا جاتا تھا۔اس نے آج شام کی چھوٹی سی محفل میں سعد کے نام کی انگھوٹی اپنی انگلی میں پہنی تھی۔آج کل وہ سعد کے لیے دل میں جگہ وسیع کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔جو ہو رہا تھا وہ جھٹلانا تو ناممکن تھا۔اس نے سعد

سے منگنی سے ایک رات قبل دکانوں کے حوالے سے بات کی تھی۔ وہ دکانوں کو اپنے نام کروا کر ان کی پراپر ڈیلنگ چاہتی تھی۔ اس بار لہجہ پہلے سے زیادہ مضبوط تھا کہ سعد بھی چونک سا گیا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ منگنی کے بعد وہ اس کی دکانوں کا سارا معاملہ کلئیر کر دے گا۔ یہ پہلی چیز جس کی وجہ سے زمل کا دل سعد کے لیے تھوڑا وسیع ہوا۔ وہ سمجھتی تھی سعد اپنی بات پر پورا اترے گا۔ ممانی نے بھی تو اسے یہ انگھوٹی بہت چاہ سے پہنائی تھی۔

"تم دکانوں کی بات کر کے خود کو ہم سے الگ کرتی تھی' تو بس ہم نے تمھیں اور ہمیں ایک کر دیا۔ اب دکانوں کا معاملہ ایک گھر کا معاملہ ہو گیا۔" اسے ماموں کی بات کچھ عجیب لگی۔ یہ بات انہوں اسے مٹھائی کھلاتے ہوئے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہی تھی۔ اسے لگا جیسے مٹھائی حلق میں ہی پھنس چکی ہو۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات پھیل گئے۔ وہ دھیرے دھیرے کبھی ماموں کا مسکراتا چہرہ دیکھتی تو کبھی سعد کی چھپمای مسکراہٹ۔۔ مگر اسے یقین تھا کہ سعد کسی بھی رشتے سے پہلے اس کا دوست تھا۔ وہ کبھی اس کا دل نہیں دکھائے گا۔ سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ شاہویز ایک دو بار ہی سامنے آیا تھا البتہ غازی اسے ایموشنل سپورٹ دینے وہاں ہر وقت موجود تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا وہ کیا چاہتی تھی مگر اتنی ضرور خبر تھی کہ عمر کے اس حصے میں اتنی بے ترتیبی اور افراتفری کے بعد اب فالحال اسے سکون چاہیے تھا۔

---☆☆☆---

وقت گزرتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بار پھر بہار کا موسم آ پہنچا۔ پھول ماحول کو رنگین بنانے لگے۔ ہواؤں کا رخ بھی آج کل عجیب تھا۔ کبھی بارش ہو جاتی تو کبھی کئی کئی دن دھوپ اپنا پیار نچھاور کرتی۔ اس نے حقیقت تسلیم کرلی۔ ویج نہیں آیا۔۔ نہ وہ کبھی آنے والا تھا۔ ڈیڑھ سال اس کی باتیں اور آواز یاد رکھنے کے لیے ایک لمبا عرصہ ثابت ہوا۔ وہ اب اسے سوچا نہیں کرتی تھی۔ بس جب جب گملوں میں مرجھائے پھول دیکھتی تو ویج کا چہرہ ذہن میں آ جاتا۔ اس سب میں صرف ایک بات یاد رہ گئی۔۔ کہ ویج خان کو پھولوں سے نفرت تھی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اس کے چہرے کے خدوخال دھیرے دھیرے بھولتی جا رہی تھی۔ منگنی کی انگوٹھی پہنتے وقت اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سعد کو موقع دے گی۔ وہ اس کو اپنے دل میں بسانے کے لیے جگہ بنائے گی 'دل وسیع کرے گی اور پرانی باتوں کو درگزر کر کے اس کے ساتھ ایک اچھا تعلق بنانے کی کوشش کرے گی مگر کبھی اس خیال کی تکمیل نہ ہو سکی۔ سعد شاید اس مزاج کا لڑکا ہی نہیں تھا۔۔ عجیب عجیب باتیں اور ٹاکسک ماحول۔۔ وہ آئے دن اس سے خفا رہتا تھا۔ منگنی کے دو ماہ بعد اس نے پھر دکانوں کا معاملہ کھولنا چاہا مگر ماموں نے معاملہ پھر گول کر دیا۔ اسے غلط قرار دیا جانے لگا اور ایک حصے پر پہنچ کر زمل کو یقین ہو گیا کہ وہ ہمیشہ سے درست سوچتی تھی۔ سعد اور وہ

ایک اچھے دوست ہو سکتے تھے۔۔ پارٹنرز نہیں! اسے یاد ہے جب وہ اسے زبردستی لنچ پر لے کر گیا تو جان کر وجیح کی بات چھیڑ بیٹھا تھا۔

"ویسے ایک سچ بات بتاؤ۔ تمہیں وجیح پسند ہوا کرتا تھا نا؟" اس پر وہ ہنسی جو زمل کے جسم میں کرواہٹ گھول گئی۔

"یہ کیا فضول بات ہے؟" وہ بپھرتی نہیں تو کیا کرتی۔

"کون سی فضول بات؟ منگیتر ہوں تمہارا 'انسکیورٹی تو ہوتی ہے۔ تم مجھے بتادو تاکہ میں آئندہ ایسی بات خیالوں میں بھی نہ سوچوں۔" اسے جیسے کسی غلطی کا احساس ہی نہیں تھا۔

"تم اپنی منگیتر سے ایسا سوال کیسے کر سکتے ہو سعد؟ میں نے تمہارے نام کی انگھوٹی پہنی ہے، تمہارے سامنے بیٹھی ہوں اور تمہارے ساتھ وقت گزار رہی ہوں۔ ایسے میں تم کسی غیر کا کیوں نام لے رہے ہو؟" وہ جتنی کوشش کرتی اس کی جانب سے دل وسیع کرنے کی، وہ اسے کبھی اس کوشش میں کامیاب ہی نہیں ہونے دیتا۔

"کم آن! یہ عام سی بات ہے۔ آخر ہے کہاں وہ؟ تم سے ملنے بھی نہیں آتا؟" اس ایک سال میں وہ اسے اتنا زیادہ جان گئی تھی جتنا وہ اسے کبھی نہیں جان پائی۔ وہ نفسیاتی کھیل کھیلتا تھا اور اس کھیل میں پھنسانے کے بعد اس کو نگل لیا کرتا تھا۔

"مجھے ویج سے ملے ڈیڑھ سال ہو چکے ہیں، سعد۔ کیا اب تمہیں اطمینان ہے؟ حیرت ہے میں تمہیں یہ بات پہلے بھی تو کئی بار بتا چکی ہوں۔ وہ مجھ سے ملنے کیوں آئیں گے؟ انہیں ملنا ہوتا تو وہ پہلے ابی سے ملنے آتے۔" وہ سر جھٹک کر کھانا کھانے لگی۔

"ویسے بے مروت آدمی ہے۔ میں ہوں نا تمہارے لیے ایک بہترین چوائس! اسے سگے خون کا پاس بھی نہیں رکھنا آتا ورنہ ابی سے ملنے تو آتا۔ اچھا ہے نہیں آتا۔۔ شاید میں پھر بہت انسکیور رہتا۔" جانے کیا کیا اسے بولتا رہتا اور زمل سنتی رہتی۔

پھر ایک دن کہنے لگا: "ویسے ایک بات بتاؤ؟ شاہ ویز کا کیا؟ وہ بات بھی کم کرتا ہے اور گھلتا ملتا بھی نہیں زیادہ۔۔ ویسے تو بڑا کہتا تھا تمہیں کہ تمہارا سگا بھائی ہوں۔ ہونے والے بہنوئی سے تو سیدھے منہ ملنا ہی چاہیے۔" اس ایک سال میں سعد کا موضوع اعوان ہاؤس کے افراد ہی رہے۔ وہ کبھی اس سے اس کی باتیں نہیں کیا کرتا تھا۔ گنتی کہ چار پانچ موضوع تھے جیسے اس اپنی کی جاب، اس کے دوست، دوستوں کی زندگیاں، اعوان ہاؤس اور ہاں۔۔ ویج بھی!

"حیرت ہے تم نے خود محسوس نہیں کیا کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔" وہ اپنے گارڈن میں بیٹھی پودوں کو پانی ڈال رہی تھی۔

"کیا مطلب ؟اسے کوئی بھی بات یہ حق نہیں دے سکتی کہ وہ مجھے سب سے کم ٹریٹ کرے۔"

وہ بپھر گیا۔۔جیسے وہ ہمیشہ بپھر جایا کرتے تھے۔

"تم وجیح کے بارے میں بات نہیں کیا کرو۔اسے اچھا نہیں لگتا تمہارے منہ سے وجیح کی باتیں سننا اور انہیں ڈسکس کرنا۔اب تو ابی بھی ان کا کم ذکر کرتے ہیں لیکن تم نہیں بھولے اسے انہیں۔۔کیا واقعی بعد میں ساری زندگی میں وجیح کے نام کے ساتھ اپنا نام منسوب ہوتا ہوا دیکھوں گی سعد؟تم مجھے کیوں بار بار وجیح کی یاد دلاتے ہو؟ہاں وہ میرے اچھے دوست ہیں۔ صرف دوست ہیں۔۔جب تم سے منگنی کی تھی تب دل میں ساری جگہ تمہارے لیے چھوڑ دی تھی۔۔"وہ تھک گئی تھی۔کون کہتا تھا منگنی کے بعد لڑکیاں خوابوں میں مگن ہو جاتی ہیں اور خوش رہنے لگتی ہیں۔۔وہ مرجھا کیوں گئی تھی؟اسے یہ تعلق پہلے دن سے زبردستی کا لگتا تھا۔ اب جب وہ نبھانا چاہ رہی تھی تو اس کی راہ میں رکاوٹ خود سعد تھا۔"اچھا یہ دیکھو۔۔یہ پھول کتنے پیارے ہیں نا۔"اس نے پیلے رنگ پھولوں کو دھیرے سے چھوا جسے پانی وہ روز خود دیتی تھی۔

"تمہیں ہمیشہ خراب چیزیں ہی پسند آتی ہیں۔اس پھول میں تو خوشبو بھی نہیں۔۔ شکل وصورت پسند کرتی ہو تم صرف۔۔اندر سے انسان بالکل کھوکھلا ہی کیوں نہ ہو۔ایک دم بے کار۔" وہ ہنس رہا تھا جیسے چھیڑ رہا ہو مگر وہ جانتی تھی کہ سعد اس پھول کو کس شخص سے منسوب کر رہا ہے۔

"تم اب یہ غلط کر رہے ہو۔" وہ یکدم ہی تلخ ہوئی۔وہ پہلے ٹھہرا، چونکا اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اچھا تمہیں پھول پسند ہیں؟ میں لے آؤں گا۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔۔" وہ دوسرے گملوں کی جانب بڑھ گئی۔"مجھے دکانوں کے کاغذات کب مل رہے ہیں۔تم نے ابھی تک اپنا وعدہ نہیں نبھایا۔مجھے دکانوں کے کاغذات چاہیے ہیں سعد۔۔اور اب کی بار میں کافی سنجیدہ ہوں۔" وہ جب سے پاکستان لوٹی تھی'سارا خرچہ کبھی ابی اٹھاتے تھے کبھی چاچو۔۔اب اسے شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔

"جانم! شادی تو ہونے دو۔" وہ اس کے کھلے بالوں کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں اپنے وعدے سے نہیں مکرنا چاہیے۔تم نے کہا تھا کہ منگنی کے فوراً بعد تم ماموں سے بات کر کے یہ مسلہ حل کرواؤ گے۔سال سے اوپر ہو گیا ہے سعد! وہ میرے بابا کی دکانیں ہیں۔۔ مجھے میرے باپ کا حصہ چاہیے ہیں ورنہ اس بار میں خود ماموں سے دوٹوک بات کروں گی۔"

غصہ نہ کرتی تو کیا کرتی۔

"ارے ارے! ابا سے کیا بات کرو گی؟ ابا نے کیا تم لوگوں کی زمینیں کھا لیں؟ انہیں بس تمہاری پرواہ ہے!" تکرار ہونے لگی۔

"مت کریں میری پرواہ! میں کوئی نرم نازک گڑیا نہیں ہوں اور نہ دکانیں دیکھنے کے لیے میری طاقت میں کچھ کمی آنی ہے جس کا موازنہ تم اپنے گھر والوں سے کرتے ہو۔ یہ سب دیکھنے کے لیے پڑھا لکھا دماغ چاہیے جو میرے پاس ہے اور میں اچھے سے دیکھ سکتی ہوں۔ دکانوں کو وزٹ کر سکتی ہوں اور سب چیزیں آہستہ آہستہ سنبھال لوں گی۔ حذیفہ کی اسکول اور ٹیوشن کی فیس سب میں اب اس خرچے سے اٹھانا چاہتی ہوں۔ وہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔۔ اسے وقت لگے گا اور میں تب تک سارا خرچہ اس سے اٹھاؤں گی۔" پھر وہی ساری باتیں دہرانا جو وہ پہلے ہزار بار دہرا چکی تھی۔

"کیا بات کر رہی ہو زمل 'وہ میرا ابھی چھوٹا بھائی ہے۔ ٹھیک ہے میں ابا سے کہوں گا کہ حذیفہ کے ہر ماہ کے خرچے کے پیسے بھجوا دیا کریں۔ تم بجٹ بنا دیا کرنا۔" وہ جیسے عام سے لہجے میں بولا۔ یہی تو کرتا تھا وہ۔۔ عام سے لہجے میں بڑی سے بڑی بات کر دیا کرتا تھا۔

"مجھے اپنے ہی پیسے، اپنی ہی وراثت کا حصہ ایسے ملے گا؟ بجٹ بنا بنا کر؟" اس کی آنکھیں تکلیف اور حیرانی سے گویا پھٹ سی گئیں۔

"میری منگیتر ہو تم! میری ہو۔۔ میں تمہیں باہر خوار ہونے نہیں دوں گا۔ہاں پہلے تمہاری ضد تھی لیکن پہلے منگیتر بھی تو نہیں تھی۔اب تم میرے گھر کی فرد ہو، نہ کہ اعوان ہاؤس کی۔۔ تم باہر جا کر کام دیکھو گی یا نہیں یہ میں طے کروں گا زمل! سمجھ آئی تمہیں؟"وہ جیسے اس کی باتیں کتنی دیر سے بمشکل برداشت کر رہا تھا۔"میں تمہیں اس علاقے میں جا کر دکانیں وزٹ کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔اب تو ویسے بھی گھر کی بات ہے! میرے گھر آ رہی ہو تم۔۔ تمہارا ہی ہے سب! کیوں خود کو اور ہم کو الگ کر رہی ہو؟ ابا دیکھیں دکانیں یا تم دیکھو' بات تو ایک ہی ہے نا۔۔اور کیا کمی ہے حذیفہ کو یہاں؟ تمہارے باپ کا حصہ تو اعوان اینڈ سنسز کی کمپنی میں بھی ہے۔۔وہ تمہیں اور حذیفہ کو پال کر احسان نہیں کر رہے یہ تمہارا ہی مال ہے جسے جب چاہو تم اعوان ہاؤس والوں کے سامنے مانگ سکتی ہو۔اور اگر مانگنا ہی ہے تو پہلے وہ مانگو! مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے تم میرے گھر والوں کو کچھ سمجھتی ہی نہیں۔یوں ہی ڈی گریڈ کرتی ہو اور بے اعتبار سمجھتی ہو۔کتنا ہی کھایا جا سکتا ہے ان چار پانچ دکانوں سے؟اور جو بھی ہے ابا کے بینک اکاؤنٹ میں سیو پڑا ہے۔جس دن میری بیوی بن کر گھر آؤ گی تو وہ بھی تمہیں مل جائے۔ غلطی کر دی میں نے منگنی سے پہلے یہ وعدہ کر کے کہ منگنی کے بعد دکانوں کا معاملہ حل کر دوں گا۔ کبھی تم نے پوچھا میں کیسا ہوں؟"وہ صرف ششدر کھڑی اسے سن رہی تھی۔" کبھی خود سے پوچھا میرا دن کیسا

گزرا؟" کیا واقعی اسے یہ سب پوچھنے کی ضرورت تھی جب وہ سب آتے ساتھ ہی حال سنا دیا کرتا تھا۔" ہمیشہ دکانیں دکانیں اور بس دکانیں! تھک گیا ہوں میں میرا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔

صرف دکان کی وجہ سے ہمارا رشتہ خراب کرو گی کیا؟ صرف ان دو ٹکے کی زمینوں پر؟" وہ تقریباً زور آواز سے بات کر رہا تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی غازی باہر گارڈن میں آگیا تھا۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے؟" اسے مروتاً سعد سے پوچھنا پڑا حالانکہ وہ کوئی بھی وجہ دیتا مگر غازی کو کسی بھی صورت زمل پر اس کا چلانا برداشت نہیں تھا۔

"اسے سمجھاؤ پہلے اپنا دماغ درست کرے پھر ہی دوبارہ ملنے آؤں گا میں۔۔" وہ اسے غصے سے دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔ غازی کی پیشانی پر لاتعداد لکیریں پھیلیں۔

"کیا ہوا زمل؟ وہ اتنی بدتمیزی کیوں کر رہا تھا؟" وہ سن کھڑی تھی۔۔ خاموش جیسے اپنے مجبوری کے فیصلے کو پچھتا رہی ہو۔ "بولو زمل ورنہ میں اس سے خود بات کروں گا اپنی زبان میں!"

"نہیں۔۔ میں نے بدتمیزی کی تھی۔ وہ بس اس کا ردعمل تھا۔" جو بھی تھا وہ اس کا منگیتر تھا وہ اس کی عزت کرنا خوب جانتی تھی۔

"ایسا بھی کیا کہ وہ اس قدر چیخ کر گیا ہے۔" غازی کو اب غصہ آرہا تھا۔

"ارے میں نے کہا نا میں نے بد تمیزی کی پہلے! وہ تو مجھے منع بھی کر رہا تھا مگر میں ہی کنٹرول سے باہر ہو گئی۔ بھول جاؤ۔ آؤ تمہارے لیے کیک بناؤں۔" وہ نظر انداز کرتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

---☆☆☆---

اس ایک ڈیڑھ سال میں مراد وجیح سے صرف دو بار مل پایا۔ دونوں بار ملاقات صرف ایک گھنٹے کی ہی رہ سکی کیونکہ بڑھتے وقت میں وجیح کو مصروفیت نے آ لیا تھا۔ اس کے بزنس ٹرپس ہوا کرتے تھے اور اس کی کمپنی نے کئی برانچز مختلف شہروں میں بھی کھول لی تھیں۔ وہ ایک کامیاب مگر مصروف ترین انسان بن چکا تھا۔ پتا نہیں اس ایک ڈیڑھ سال میں وہ مزید کتنا بدل گیا تھا۔ یہ بات اسے مراد نے بتائی تھی جب وہ پہلی بار وجیح سے مل کر آیا تھا۔ شاید وجیح واپس لوٹنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ کیا مراد نے کبھی وجیح کو بتایا ہو گا کہ زمل کی منگنی ہو چکی ہے؟ اور اگر بتایا ہو گا تو وجیح نے کیا ردعمل ظاہر کیا ہو گا۔ وہ جو سوچتی تھی سعد کی منگنی کے بعد وہ مکمل اسے بھول جائے گی۔۔ سعد کے رویے اور مزاج سے تھک ہار کر وہ اب بھی کبھی کبھی وجیح کو سوچ لیا کرتی۔ جانے کیسا ہو گا۔۔ مائرہ پھوپھو کو کتنا یاد کرتا ہو گا۔ اسے مائرہ کا خط نہیں بھولتا تھا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ کبھی زندگی میں اگر وہ تمہارے پاس آئے تو تم رکھ لینا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ وہ ضرور آئے گا۔۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اسے دھتکار نامت۔۔ کیا وہ آئے گا؟ وہ سوچ میں پڑی

رہتی۔۔اور اگر وہ لوٹ گیا تو زمل اس کا ویسا استقبال کر پائے گی؟ وہ یہ سوچ کر ہی آنکھیں میچ گئی کہ وہ اب کبھی بھی اسے رکھ نہیں پائے گی۔اس کا مقدر وہ تھا ہی نہیں۔۔اور بھلا وہ کونسا اسے یاد رکھتا ہوگا۔ڈیڑھ سال میں تو وہ اس کا چہرہ بھی بھول چکا ہوگا۔کیا پتا اسے کوئی زمل سے زیادہ پرواہ کرنے والی کا ساتھ حاصل ہو گیا ہو؟ یہ خیال آیا تو دل ذرا ڈگمگایا مگر اگلے ہی پل وہ مطمئن تھی۔وہ سیلفش نہیں تھی۔اگر واقعی ایسا تھا تو کتنا اچھا تھا کہ اسے کوئی خیال کرنے والی مل گئی۔

عجیب بات تھی۔جس دن وہ سعد سے بات نہیں کرتی اس کا پورا دن سکون سے گزرتا تھا۔وہ جب بات کرتا ایک نئی بحث جنم لے لیتی۔وہ اب اس سے بددل ہو چکی تھی۔دور رہا کرتی اور کبھی کبھی فون کال بھی نظرانداز کر دیتی۔گھر میں ہوتی تو رباب کے ساتھ کچھ بیک کر لیا کرتی ورنہ سب کزنز مل کر لوڈو یا کیرم کھیل لیا کرتے۔جب نگاہ رباب اور شاہویز پر اٹھتی تو محبت سے مسکرا دیتی۔وہ اس گھر کا سب سے خوبصورت کپل تھے۔چھیڑ خانی، ہنسی مذاق اور دوسرے کو تنگ کرنا ان دونوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔لبنیٰ تائی ابھی بھی اتنا ہی خفا تھیں۔نہ اس کی موجودگی میں کچن میں جاتیں اور سامنا ہو جاتا تو رباب پر برس اٹھتیں۔یہ سب شاہویز کی غیر موجودگی میں ہوا کرتا تھا۔زمل اس سے اکثر کہتی کہ شاہویز کو لاعلم نہ رکھو مگر وہ کبھی شوہر کو یہ باتیں نہیں بتاتی تھی۔عجیب لڑکی تھی۔۔دو سال ہونے لگے تھے شادی کو اب بھی رویے برداشت کرتی تھی۔

مراد تو اب کام کا ہو گیا تھا اور غازی؟ عابد صاحب اریج کے حوالے سے غازی کو ہر وقت گھیرے رکھتے تھے۔ وہ پچھلے دنوں بھی رہنے آئی تھی مگر غازی کبھی سامنے آتا تھا کبھی باہر ہی رہتا تھا۔

مائرہ اب ایک یاد تھی مگر وہ خط اب تک زمل کی الماری میں محفوظ تھا۔ وہ اکثر پھوپھو کی یاد آنے پر اسے پڑھ کر غم تازہ کر لیا کرتی تھی۔ حذیفہ جلدی جلدی بڑا ہو رہا تھا۔ اس سال اس کے نویں کے بورڈز تھے جس کی تیاری کروانے میں زمل نے خود کو مشغول کرر کھا تھا۔ اسے احساس ہوا جیسے یہ روزانہ کی گفتگو ہی اس کے اور سعد کے رشتے میں اتنی تلخ کلامی پیدا کر رہی ہے تو اس نے بات کم کر دی تا کہ غلط فہمیاں درمیان میں پیدا نہ ہوں۔ پہلے کچھ ہفتے تو سب ٹھیک چلتا رہا مگر پھر ایک دن وہ غصے سے دندناتا ہوا اس کی یونی کے باہر آ پہنچا۔

"تم؟ مجھے بتا دیا ہوتا۔" وہ حیران ہوئی۔

"کیا بتا دیا ہوتا؟ اور یہ تم کہاں سے آ رہی ہو؟ یونیورسٹی کا گیٹ تو اس طرف ہے؟ کہاں گئی تھی؟" وہ اس سے تفتیش کر رہا تھا۔

"دوستوں کے ساتھ تھی آرام سے بولو وہ سن لیں گے۔" اس نے پیچھے کھڑی دوستوں کو شرمندگی سے یونی کے اندر جانے کا کہا۔

Clubb of Quality Content

"تو سن لیں! منگیتر ہوں میں تمہارا۔۔بغیر پوچھے کیوں گئی باہر؟ پڑھائی تو صرف یونی تک ہے۔" وہ اب پہلے والا سعد لگتا ہی نہیں تھا جو دوستی کا تھوڑا بھرم رکھ لیا کرتا تھا۔اب وہ حق نہ ہو کر بھی حق جماتا تھا۔

"میں کوئی بچی نہیں سعد! میں نے پورا بچپن باہر گزارا ہے اور میرے مام ڈیڈ نے بھی مجھ پر کبھی یوں سختی نہیں کی۔ میں جہاں چاہوں جاسکتی ہوں کوئی ٹین ایجر نہیں جس کے لیے رولز بنادیے جائیں۔" وہ اکتا سی گئی۔

"اس وقت تم اپنی مام ڈیڈ کی ذمہ داری تھی اب میری منگیتر ہو۔میں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور جس چیز سے چاہوں روک سکتا ہوں زمل! نہیں پسند مجھے تمہارا یوں دندناتے ہوئے دوستوں کے ساتھ کہیں بھی نکل جانا ار پلیز مجھ سے بحث نہیں کیا کرو' مجھے عورتوں کا یوں اپنے پارٹنرز کے منہ پر کھڑے ہو کر بدتمیزی کرنا زہر لگتا ہے اور یو نو دیٹ! اٹس ان بئیر ایبل (یہ ناقابل برداشت ہے)۔" وہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور زمل کو پہلی بار اس سے کراہیت محسوس ہوئی۔۔

اسے یہ رشتہ بے حد بوجھ لگنے لگا جیسے اسے کسی نے سعد کے ساتھ باندھ دیا ہو۔ پہلی بار اسے احساس ہوا اس سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ یہ شخص مجبوری میں بھی ساتھ رہنے کے لائق نہیں تھا۔

"سامنے سے ہٹو مجھے یونی جانا ہے۔" وہ جھنجھلائی اپنا رستہ خالی ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

"کہاں؟ گاڑی میں جا کر بیٹھو میں لینے آیا ہوں۔ مجھے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ بھی ڈھیٹ تھا۔ اپنی بات پر قائم رہا۔

"کیا مسلہ ہے تمہارے ساتھ؟ نہیں جانا مجھے کہیں۔ مجھے غازی ہی لینے آئے گا اور ابھی میری ایک کلاس بھی ہے۔ جو کچھ تم نے ابھی کہا ہے اس کے بعد تو میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔ ایک بڑی غلطی پہلے ہی کر چکی ہوں اب اور نہیں!" غصے میں وہ بنا سوچے سمجھے سب کہہ بیٹھی۔

"اوہ!" سعد کے گویا تاثرات ہی بدل گئے۔ وہ بپھرا ہوا معلوم ہونے لگا۔ "منگنی کی غلطی کا بہت جلد احساس نہیں ہو گیا؟" اس نے تیزی سے زمل کا بازو پکڑ کر زور سے بھینچا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہ اٹھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو! چھوڑو مجھے۔ تم سے منگنی میں صرف میں نے ابی کی محبت اور ضمیر کی چبھن کی وجہ سے کی ہے۔ مجھے مجبور نہ کرو کہ میں کچھ کر بیٹھوں۔" وہ ہاتھ چھڑوانے لگی۔

“Do you really think I would ever give up on you? I am not Wajeeh, sweetheart, the kind of person who

would leave you like trash! you have to stay with me at any cost. There's no way out."

اس کے الفاظ سے زمل کو کراہیت محسوس ہوئی۔

"بکواس بند کرو اپنی!" وہ چیخ پڑی۔

"بکواس تم بند کرو! تمہیں لگتا ہے تم مجھے منگنی توڑنے والی بات سے ڈراؤ گی؟ تمہیں میرے پاس ہی آنا ہے، ڈارلنگ۔ میرے گھر میں سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ جلد تم میرے پاس ہو گی اور میں تمہیں بتاؤں گا سعد کی بیوی بن کر کیسے ایک کمرے میں رہا جاتا ہے۔ ساری عیاشی اور بھائیوں کی آڑ میں چھپے کزنز سے دوستیاں ختم کرواتا ہوں! ایسی کوئی بکواس کرنے کا بھی نہیں سوچنا گھر میں ورنہ جانتی ہو میں کیا کروں گا؟ خود اعوان ہاؤس میں تماشہ لگاؤں گا کہ ان کی نام نہاد پوتی وجیح کے عشق میں گرفتار ہے تب ہی تو منگنی توڑنا چاہتی ہے۔ تمہیں لگتا ہے ڈیڑھ سال منگنی رکھ کر ابی اپنی پوتی کی بات ختم کروا کر معاشرے کے طعنے برداشت کریں گے؟ کون کرے گا تم سے شادی؟" وہ شیطانی مسکراہٹ لبوں پر پھیلائے دانت پیستے ہوئے ہر مان توڑ گیا تھا۔ "وجیح؟ وہ کرے گا؟ جو اپنی ماں کو اپنے باپ سے نہیں بچا سکا وہ تم سے شادی کرے گا؟ سب کو معلوم ہے کیا ماجرا رہا اس کے ماں باپ کے درمیان۔۔ کمینہ، ڈرپوک، بزدل جو اپنی ماں کا خود قاتل ہے

اوراعوان ہاؤس صرف اس لیے نہیں آتا کیونکہ اس کے پاس اس کی ماں کی موت کے حوالے سے کسی سوال کا جواب نہیں ہے۔" زمل اپنے بازو کی تکلیف بھول کر اس کے الفاظ کی تکلیف چاقو کے وار کی طرح محسوس کرنے لگی۔" آئندہ میری کال نہیں اٹھائی تو امی ابا کو اگلے دن ہی نکاح کا کہہ دوں گا۔ تمہارے ابی کچھ نہیں کر سکیں گے۔ مائنڈاٹ !" وہ اس کا ہاتھ جھٹکتا سن گلاسز لگاتا ہوا اپنی گاڑی میں یہ جاوہ جا ہو گیا۔ وہ کئی لمحے وہاں سن کھڑی رہی جیسے کسی خوف میں گھری یقین کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ اسے خوفزدہ کر گیا۔ کیا ہوتا اگر وہ واقعی تماشہ لگا دے۔ اس کی عزت؟ سب کی نظروں میں اس کے لیے احترام؟ وہ سب چکنا چور ہو جائے گا۔ ابی اس پر کبھی اعتبار نہیں کر سکیں گے۔ اسے احساس ہوا کہ وہ بہت طرح اس جال میں پھنس چکی ہے جس سے باہر آنے کا اب کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ وہ چیخ کو بھولتی نہ بھولتی مگر سعد اسے ساری زندگی نہیں بھولنے والا تھا۔

---☆☆☆---

اس دن کے بعد جو خاموشی لگی وہ دوبارہ شکوے کے لیے لب نہ کھول سکی۔ اب پہلے سے زیادہ مخصوص ہو گئی۔ وہ جو کہتا' وہ کر لیتی۔۔ جس سے منع کرتا' چھوڑ دیتی۔ البتہ اب بھی دکانوں کے حوالے سے بات کیا کرتی تھی جس پر وہی گول گھمانے دینے والی باتیں اور چالاکیاں اس کی جاری

تھیں۔ایک دن وہ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی جب رباب اسے اپنے ہاتھوں کا پہلی بار ٹرائے کیا چاکلیٹ کیک دکھانے کے لیے کچن سے نکلی۔ لبنیٰ تائی بھی وہیں موجود تھیں۔اس نے ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زمل کے سامنے تازہ بیک ہوا کیک رکھا۔اس کی خوشبو ہی ایسی تھی کہ زمل کا موڈ خوشگوار ہو گیا۔

"یہ تو واقعی بہت مزے کا ہے۔"اس نے چکھتے ساتھ ہی تعریف کی۔"لاؤ مجھے ایک پیس نکال دو۔میں ابی کو بھی چکھادوں ان کے لاڈلے پوتے کی بیوی کے ہاتھ کا کیک!"زمل ایک پیس نکالتے ہوئے ابی کو پوچھنے ان کے کمرے میں بڑھ گئی۔لاؤنج میں اب وہ لبنیٰ تائی ہی بیٹھے تھے۔

"آپ کو بھی ایک پیس نکال دوں؟"وہ پہلے کچھ گھبرائی مگر پھر ہمت کرکے بول اٹھی۔

سیڑھیاں اترتا شاہ ویز سب دیکھ سکتا تھا۔

"اپنے تک رکھو! ویسے بھی لوگوں کو پھنسانے کی عادت ہے تمہیں! بس ہر بار حربے ہر بار الگ استعمال کرتی ہو۔"وہ اس قدر تلخی سے بولیں کہ شاہ ویز فوراً مزحمت کے لیے آگے بڑھا۔

"کیا ہو گیا ہے اماں؟اس نے آپ کو صرف کیک ہی آفر کیا ہے۔میں بالکل کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی میری بیوی سے ایسے بدلحاظی سے بات کرے۔"اس کے ماتھے پر بل پھیلے۔

رباب نے اسے آنکھوں کے اشارے سے ٹھہرنے کا اشارہ دیا۔

Clubb of Quality Content

"کیا کہہ دیا میں نے ایسا؟ نہیں پھنسایا اس نے تمہیں؟ حالانکہ باپ اس ایک معمولی سا ٹیچر ہے اور دیکھو آج کہاں سے کہاں آگئی ہے۔ اچھا گیم کھیلا تھا۔ داد تو دینی چاہیے نا۔" شادی کو تقریباً دو سال ہونے چلے تھے اور اماں کا زخم اب تک تازہ تھا۔

"بس کریں! مجھے روبی کے خلاف یہ سب برداشت نہیں ہوتا۔" وہ تکلیف سے چیخ اٹھا۔

"شاہ ویز بس کریں۔ میں اندر جا رہی ہوں۔" رباب فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں ہاں اندر جاؤ اور اندر جا کر اپنے شوہر کو پٹیاں پڑھاؤ۔ باپ سبق پڑھاتا ہے اور بیٹی پٹیاں۔" لہجہ زہر اگل رہا تھا۔ رباب سے باپ کے لیے بے عزتی برداشت کرنا مشکل ہو رہی تھی۔

"اگر آپ کو میری بیوی سے مسلہ ہے تو آج بتا دیں مجھے! آج ہی فیصلہ ہو جائے گا کہ میں اور بیوی اس گھر میں رہیں گے یا نہیں۔" اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور رباب اس کے غصے سے گھبرا کر اس کا بازو سہلا رہی تھی تا کہ وہ کسی طور قابو آ جائے۔

"مجھے اس عورت سے مسلہ ہے!" انہوں نے رباب کو ایسے دیکھا جیسے صدیوں کی سی نفرت ہو۔

"تجھ سے نہیں ہے! اور تو کیوں جائے گا گھر چھوڑ کر؟ اس کو بھجوا دے۔" اماں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میری بیوی سے مسلہ ہے تو مجھ سے بھی مسلہ ہے اماں۔میں روبی کا ہاتھ زندگی کے کسی حصے میں نہیں چھوڑ سکتا۔اس عورت کو کیسے چھوڑوں جس کو دنیا سے لڑ کر لے آیا تھا؟کتنا با بھلا کہیں گی آپ ؟آپ کو ڈر نہیں لگتا؟معصوموں کو اپنے کڑوے الفاظ کا نشانہ بناتے ہوئے ایک بار بھی نہیں سوچا؟مجھے معلوم نہیں تھا آپ اب بھی اتنا ہی غصہ دبا کے بیٹھی ہیں۔۔یہ آخری بار ہے جو میں نے یہ سب برداشت کیا'آئندہ میں اپنی بیوی کے حوالے سے ایک منفی بات نہ سنوں۔"وہ غراتے ہوئے اس کا تھامتا اوپر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔لبنی کتنی دیر وہیں غصے سے دانت پیستی رہیں۔اس لڑکی کی وجہ جو انہیں اپنے خاندان من چاہی لڑکی کی ماں کو رشتے سے انکار کرنا پڑا اس کی بے عزتی وہ آج تک نہ بھولی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

---☆☆☆---

"اچھا چلیں یہ کولڈ کافی پی کر دماغ ٹھنڈا کریں۔"اسے ایک گھنٹے سے یوں ہی بھناتے دیکھ کر وہ اس کا موڈ درست کرنے کے لیے کافی بنالائی۔

"مجھے کچھ نہیں پینا۔"وہ بیڈ پر لیٹا بازو سر پر رکھے چھت گھور رہا تھا۔وہ اسے بہت پیار سے دیکھتی رہی۔

"تم ہمیشہ میرا ایسا ہی ساتھ دو گے نا شاہ ویز؟ ایسے ہی ہاتھ تھامے رہو گے نا؟" وہ کسی طور نہیں چاہتی تھی کہ شاہ ویز اس کی وجہ سے اپنی ماں کے منہ پر جا کھڑا ہو۔۔ لیکن اگر وہ چپ رہ کر بھی یہ سب برداشت کرتا تو شاید رباب کو یہ بھی نہ بھاتا۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ کیوں چھپاتی رہی؟ اور کیا حاصل ہوا تمہیں یہ سب چھپا کر؟ جانتی ہو نا ابی کو بھی نہیں پسند امی کا تم سے یوں سخت برتاؤ رکھنا۔ تم نے سب سے چھپایا؟ اور کیا حاصل رہا اس سب کا؟" اس کی بھنویں آپس میں جا ملیں۔

"مجھے لگا تھا امی کچھ وقت میں خود ٹھیک ہو جائیں گی۔۔ وہ کر لیں گی مجھے تسلیم۔۔ سب ایک دن ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اپنے ناخن کو دیکھتے ہوئے افسردگی سے بولی۔

"سب سے بڑی بے وقوفی ہی یہی کہ انسان خود حالات بدلنے کے بجائے یہ سوچے کہ سب خود ٹھیک ہو جائے گا۔ کم از کم مجھے آگاہ رکھنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے انہیں تم نہیں پسند' میں کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن ان کا یہ رویہ میرے لیے نا قابلِ برداشت ہے۔" شاید غصہ اب بھی تازہ تھا۔

"ان کی فرسٹریشن ہے۔۔ ان کا غصہ ہے۔۔ وہ خاندان سے بہو لانا چاہتی تھیں۔ سب کو پتا تھا کہ لبنیٰ آنٹی خاندان سے لائیں گی۔ اتنے عرصے میں تو مجھے یہ سب پتا ہی چل جانا تھا۔ وہ مجھے شاید قبول کر بھی لیں تو نہیں ان کا خاندان ایسا نہیں کرنے دے گا شاہ ویز۔ یاد ہے تم بتایا کرتے تھے

کہ آنٹی خاندان کی پارٹیز میں پہلے جایا کرتی تھیں۔ شادی کے بعد میں نے کبھی انہیں خود کے لیے باہر جاتے نہیں دیکھا۔ مجھے زمل نے بھی بتایا تھا کہ لبنیٰ آنٹی اب اپنی فیملی کی دعوتوں میں بھی نہیں جاتیں۔" وہ اسے سوچنے کا نیا رخ دے گئی۔ شاہ ویز نے اسے بغور دیکھا تھا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ یہ سب اس نے خود بھی تو نوٹس کیا تھا۔ شکیلہ آنٹی تو سب سے فیورٹ کزن تھیں اماں کی۔۔اب وہ بھی کٹ سی گئی تھیں۔ کیا صرف اس لیے خاندان والوں نے منہ موڑ لیا تھا کہ لبنیٰ اپنے بیٹے کے لیے شکیلہ کی بہن کی بیٹی کو بیاہ کر نہ لا پائی؟

"میں نے کبھی یہ بات نہیں سوچی۔"

"ان سے بات کریں۔ انکل بھی تو یہاں نہیں ہوتے کہ وہ اپنے دل کی باتیں بانٹ سکیں۔ ان کے ساتھ وقت گزاریں۔ فاصلوں کو کم کریں۔ منہ موڑنے سے معاملہ کبھی ٹھیک نہیں ہوتا اور ایک ماں اور اولاد میں فاصلہ طویل تو نہیں ہونا چاہیے نا۔" وہ اسے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ایسے سمجھا رہی تھی جیسے کسی چھوٹے بچے کو پیار سے سمجھایا جاتا ہے۔ "میرے لیے اسٹینڈ لے کر تم نے میرے دل میں اپنے لیے مزید محبت بڑھا دی ہے شاہ ویز۔" وہ نظروں سے اسے نہار رہی تھی۔ شاہ ویز نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ وہ چین کی گھڑی

تھی۔اس کی چین کی گھڑی۔۔اماں کیسے سمجھتی تھیں کہ وہ اسے اپنی زندگی سے نکال باہر کر سکتا تھا۔وہ گہری سانس بھرتا ہوا نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔

---☆☆☆---

وہ آج کل پہلے سے زیادہ ذہنی دباؤ کا شکار تھی۔اسے یقین ہونے لگا تھا وہ زیادہ دیر اس کیفیت میں نہیں پائے گی۔غازی اسے پچھلی رات ہی آئس کریم کھلانے کے بہانے گھر سے باہر لے گیا تھا۔ وہ گاڑی میں نہیں جانا چاہتی تھی اس لیے وہ دونوں واک کرتے ہوئے گئے تھے۔

"تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا؟اتنی پھیکی پھیکی لگتی ہیں۔"اب کوئی اعوان ہاؤس میں ایک دوسرے سے بات نہیں کیا کرتا تھا۔سب اپنے کمرے اور کام تک محدود تھے۔شاید اپنی ذات کی پریشانیاں دوسری باتوں سے زیادہ حاوی تھیں۔

"پتا نہیں۔۔"وہ مکمل جھوٹ بول کر اس کا دل بھی نہیں رکھ پائی۔

"مائرہ پھوپھو آج ہوتیں تو انہیں تمہاری یہ ظاہری حالت کبھی پسند نہ آتی۔"وہ ہلکا سا مسکرایا۔ زمل مائرہ کے ذکر پر پھیکا سا مسکرائی۔

"اگر وہ ہوتیں تو میری آنکھیں شاید آج تمہیں اتنی پھیکی نہیں لگتیں غازی۔۔"وہ سوچنے لگا مائرہ کی موت کا سب سے زیادہ اثر شاید زمل پر ہی پڑا تھا۔۔مگر حقیقت تو یہ تھی کہ یہ آدھا نظریہ تھا۔

وہ تو سوچتی تھی کہ اگر مائرہ ہوتی تو اس کے پاس ایک عدد ماں ہوتی۔۔ جیسے وجیح کے پاس ہوا کرتی تھی۔ وجیح پاس ہوتا۔ وہ اتنی دور جا بسانہ ہوتا۔ وہ مذاق۔۔ ہنسی کی گونج اور اس شخص کے ساتھ بہت ساری کتابی باتیں۔۔ دوبارہ کوئی مثال اس دنیا میں مشکل ہی تھی۔

"رات میں جلدی سو جایا کرو۔ مرجھائی آنکھیں دوبارہ آباد ہو جائیں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"تم اریج سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے؟ کسی کو پسند کرتے ہو۔" رات کے اس پہر گلی کی سڑکیں ویران تھیں۔ آئس کریم پارلر گھر سے کافی فاصلے پر تھا اس لیے واک تقریباً آدھے گھنٹے کی تھی۔

"میں کیوں کرنے لگا کسی کو پسند۔۔ میں بس فالحال شادی کا نہیں سوچنا چاہتا زمل۔ ابا چاہتے ہیں میں اریج سے شادی کر لوں تاکہ اسے اس کے بھائی باپ کے گھر سے آزادی حاصل ہو جائے۔" وہ ابھی مزید آگے کچھ کہتا جب زمل نے اس کی بات کاٹی۔

"تمہیں وہ پسند نہیں؟" سوال اچانک تھا۔ وہ ٹھہرا پھر اسے تکنے لگا۔

"نہیں ایسا نہیں مگر۔۔ مطلب اسے ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ اچھی لڑکی ہے۔۔ حد درجہ معصوم ہے۔۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ میں شاید اسے پیار نہیں دے پاؤں گا۔۔ اور جانتی ہو زمل

جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کسی شخص کا ویسے خیال نہیں رکھ پائیں گے تو اس کے ساتھ خود کو باندھنا نہیں چاہیے۔" وہ اس کی آخری بات کو محسوس کرنے لگی۔ ہوا بہت تیز تھی۔ زمل نے اپنی چادر ٹھیک کی۔

" تمہیں وہ پسند ہے اور تم اسے کسی اور کو لے کر جاتے دیکھ لو گے؟ صرف اس لیے کہ تمہیں لگتا ہے کہ تم اس کا خیال نہیں رکھ سکتے؟ یہ ایک فضول بات ہے۔ تمہیں معلوم ہے غازی۔۔ ہمیں جب کوئی پسند آتا ہے نا تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ وہ ہمارے پہلو میں ہو۔۔ ساتھ رہے۔۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ایک بندھن میں ایک دوسرے کو باندھ لیں۔ ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنی ہر وہ عادت بدل لیں جو اس کو تکلیف پہنچا سکتی ہے اور ہر وہ عادت اپنا لیں جس سے وہ ہمارے نزدیک رہ سکتا ہے۔" اس کا لہجہ پھیکا تھا مگر باتوں میں شکر گھول بیٹھی تھی۔" ہم سیلفش ہو جاتے ہیں۔ اس کو لے کر۔۔ خود کو لے کر۔۔ ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے وہ شخص پاس رہے۔ محفوظ رہے۔۔ اور دل آپ کے دامن میں چھوڑ جائے تاکہ وہ کبھی آپ کو نہ چھوڑ جائے۔ یہ والی خود غرضی بھی تو کتنی اچھی ہے۔ مجھے لگتا ہے تمہارا دماغ ایک اندھی کھائی ہے اور تمہیں سوچنا چاہیے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ شاید تمہیں ابھی تک جدائی کا اندازہ نہیں ہے جب ہی تو کچھ بھی سوچ لیتے ہو۔ مجھے تایا ابا نے کہا تھا میں ارتیج کے حوالے سے ایک آخری بار تم سے بات کروں اور مجھے یہی لگتا ہے کہ

تم شاید واقعی اس کا خیال نہیں رکھ پاؤ گے۔ وہ دنیا جہاں سے سہمی لڑکی شاید تمہارے پاس ہو کر بھی چین نہ پا سکے گی۔" وہ جان کر ایسی باتیں کر رہی تھی تا کہ غازی کو تنہائی میں احساس ہو۔

"اریج کے چاچا زاد کا رشتہ آیا ہے اس کے لیے اور اس کے بابا اب جلد ہی اسے بیاہنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم نے انکار میں دو سال نکال دیے۔" اسے افسوس تھا۔

"پاگل ہو گئے ہیں کیا اس کے گھر والے؟ اس کے چچا کی ساری اولادیں تو نشے کرتی ہیں۔ کس سے بیاہ رہے ہیں ماموں؟" وہ بے اختیار چونکا۔

"تمہارے پاس کوئی حق نہیں ہے۔ وہ باپ اور بھائی ہیں اس کے 'فیصلہ کر سکتے ہیں۔" وہ آئس کریم پارلر پہنچ چکے تھے۔ یہاں ہر طرف رونق تھی۔ البتہ اس پہر آئس کریم پارلر خالی تھا۔ وہ اپنا پسندیدہ فلیور آرڈر کرتے ہوئے وہ بیٹھ گئی۔

"ہاں تو کسی۔۔ کسی تمیز کے آدمی کے ساتھ بیاہ دیں۔" وہ جھجک کر بولا۔ "اور دلاور تو جوا کھیلتا ہے۔ دیکھو میں بس کسی فکر میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔ وہ آدمی کیسے اسے خوش رکھ سکتا ہے؟ غصے کا تیز اور ایک نمبر کا مکار آدمی ہے۔۔ جینا حرام کر دے گا اس کا۔۔ ماموں میاں کو بھی چین نہیں ہے۔ انہیں تو شروع سے بیٹی بوجھ ہی لگتی ہے۔" وہ چڑ سا گیا۔

"کون سی بڑی بات ہے۔ تمہیں بھی تو ان کی بیٹی خود پر بوجھ لگتی ہے۔" وہ تو جیسے ہر اس جگہ وار کر رہی تھی جہاں بات اثر کر رہی تھی۔

"ایسا مت کہو۔ میں نے کبھی نہیں سوچا ایسے۔۔" دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ آرڈر آچکا تھا۔

"واپس چلتے ہیں۔۔ راستے میں آئس کریم کھاتے ہوئے چلیں گے۔" جانے کیوں زمل کو گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔ غازی نے بحث نہیں کی۔ اس کی طبیعت دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"پتا نہیں۔۔ بابا کی آج کل بہت یاد آ رہی ہے۔ شاید اس کا اثر میرے چہرے پر بھی نظر آنے لگا ہے۔" وہ گہری سانس فضا میں خارج کرتی ہوئی بولی۔ چین تھا کہ دل کو کہیں حاصل نہیں تھا۔

"ان چند سالوں میں کیا کیا دیکھ لیا ہم نے۔۔ ریحان چاچو بھی چھوڑ گئے اور پھر پھپھو نے بھی دیر نہ کی۔ جانے وجیح کہاں کھو گیا ہے۔" وہ پرانے دنوں کی یاد میں الجھ سا گیا۔ وہ وجیح کے ذکر پر خاموش رہی۔ "تم جانتی ہو زمل۔۔ بلکہ تمہیں کہاں پتا ہو گا۔ یہ تمام باتیں تمہارے باہر شفٹ ہونے کے بعد کی ہیں۔ وجیح، شاہ ویز اور میں کتنے کلوز ہوا کرتے تھے۔ ہر مہینے میں اور شاہ ویز وجیح

کا انتظار کرتے تھے۔ مراد ہمیں کہیں نہ کہیں لے جایا کرتا تھا۔ کبھی سوچا نہیں تھا بڑے ہو کر اتنا فاصلہ آجائے گا۔ وجیح بہت دور ہوتا چلا گیا۔"

"کیسے ہوا کرتے تھے وجیح؟" جانے کیوں اسے اشتیاق ہوا۔ اس نے جاننے کی طلب محسوس کی۔

"میں نے کبھی اسے زور سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ مجھے نہیں یاد۔۔ شاید ہی کبھی وہ محفل کو ہماری طرح انجوائے کر پایا ہے۔ پتا نہیں کیوں مگر۔۔ مگر میں یہ کہنے سے خود کو روک نہیں پارہا کہ جہانگیر خان کبھی بھی باپ بننے کے لائق نہیں تھا۔" اس کا لہجہ آخری جملہ کہتے ہوئے کچھ کڑوا ہوا۔

"کیوں؟" اس نے جان کر پوچھا۔

"تم نے وجیح کے جسم پر کبھی نیل کے نشانات نہیں دیکھے نازمل۔۔ میں نے دیکھے ہیں۔ ہم سولہ سال کے تھے جب میں نے پہلی بار اس کی کمر پر مار پیٹ کے نشانات دیکھے تھے۔ شاید اس وقت بھی نہ دیکھ پاتا اگر وہ میرے کمرے میں میری شرٹ ٹرائی نہ کرتا۔ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔۔" وہ شرمندگی سے سر جھکا گیا تھا۔

"کیا؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نے ان نشانات کا ذکر محفل میں کر دیا تھا۔ میں وجیح کا سفید ہوتا چہرہ شاید کبھی نہ بھول پاؤں۔ وہ اس قدر شرمندہ ہوا کہ اگلے پانچ ماہ تک ملنے بھی نہ آیا زمل۔۔ مجھے غصہ تھا پھوپھا پر۔۔ مگر مجھے وجیح کا بھرم رکھنا چاہیے تھا۔ میں نے اس کے باپ جیسا خود پرست آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے بہت کچھ برداشت کیا ہے۔۔ پھر شاید اس کا یوں ہر چیز سے کٹ کر رہنا یا خوشی محسوس کرنا ایک فطری عمل ہے۔ مجھے آج کل وہ بہت زیادہ یاد آرہا ہے جب ہی پرانی باتیں دوبارہ دہرا رہا ہوں۔ خیر۔۔ تم بتاؤ۔ سعد کیسا ہے؟" اس نے بات گویا تہہ کر دی۔ زمل کو اس کے نام پر گھٹن محسوس ہوئی۔

"ٹھیک ہے۔"

"اور تم؟ تم کیسی ہو؟" اس کے سوال پر وہ مسکرائی۔

"تمہارے ساتھ ہوں غازی۔۔ تمہاری کمپنی مجھے ہمیشہ حقیقت کی چار دیواری سے کھینچ کر خوابوں کی وادیوں میں لے آتی ہے۔ مجھے لگتا ہے۔۔" وہ ٹھہری اور پھر خود پر قابو پانے لگی۔

"مجھے لگتا ہے یہ گھٹن اور گھبراہٹ مجھے ختم کر دے گی۔" اسے سعد یاد آیا اور پھر سب کچھ یاد آگیا۔

"سعد نے کچھ کہا؟"

"نہیں تو۔۔" وہ گھبرائی اور پھر جلدی سے بولی۔اسے اب ہر بات خوفزدہ کرتی تھی۔ہر وہ بات جو اس کے بھائیوں کو سعد کے مقابل کھڑا سکتی تھی۔اس ملاقات کے بعد وہ اب سعد سے گھبرانے لگی تھی۔

"تمہاری دکانوں کا کیا ہوا؟ کیا کہتا ہے سعد؟"

"وہ کر دے گا۔مجھے مل جائیں گی۔" جانے کیوں وہ سعد کے موضوع کو کھول بیٹھے تھے۔

"آدھے سال میں تمہاری منگنی کو دو سال لگ جائیں گے۔تم کہو تو میں بات کروں؟" وہ کتنا لا علم تھا۔

"نہیں کوئی ضرورت نہیں! یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔" دم گھٹنے لگا۔گھر آ گیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے مجھ پر بھڑ کو مت۔" وہ گیٹ کھولتا ہوا اندر آ گیا۔ "اب جا گنا مت! تمہاری حالت مجھے ویسے ہی فکر مند کر رہی ہے۔" وہ مرے مرے قدموں سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

---☆☆☆---

"کیسی ہو لبنیٰ بیٹی؟" صبح کی چائے وہ تائی کے کمرے میں خود لے کر گیا تھا۔

"تم کیوں آئے؟ رباب کیوں نہیں آئی؟" وہ دو راتوں سے بیمار تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ضروری ہے سگے بیٹے کی بیوی آئے۔۔جو دوسرا نکما بیٹا ہے وہ بھی تو دے سکتا ہے نا آپ کو چائے۔۔" لبنیٰ کے چہرے پر مسکان آئی۔یہ لڑکا ہر حال میں مسکراتا تھا۔"آپ نے دوائی کھائی؟"

"ہاں شاہ ویز لایا تھا۔اچھا کیا وہ لڑکی نہیں آئی ورنہ تو میرا حلق تک کڑوا ہو جاتا۔" وہ کلستی ہوئی بولیں۔

"اتنی نفرت!" وہ ڈرامائی انداز میں بڑھا چڑھا کر بولا۔

"غازی۔۔" انہوں نے بے حد مان سے اسے پکارا۔

"اگر تو میرا سگا بیٹا ہوتا تو بھی میری پسند سے شادی نہیں کرتا؟" خدا گواہ تھا لبنیٰ نے کبھی غازی کو اپنی اولاد سے کم نہیں مانا تھا۔وہ جواب جاننا چاہتی تھیں۔

"کر دیا نا فرق آپ نے یہ سگا کا لفظ استعمال کر کے۔۔میں تو اب بھی آپ کی پسند سے شادی کر سکتا ہوں۔بتائیں کون ہے وہ لڑکی جو آپ کو اپنی سگی اولاد کے لیے اتنی پسند تھی کہ میں کبھی نظر ہی نہیں آیا۔" وہ ان کے لیے بریڈ پر مکھن لگا رہا تھا۔ہلکی نقاہت کے بعد وہ خاصی کمزور محسوس ہوتی تھیں۔

"نہیں۔۔ تیرے لیے تو مجھے ارتج ہی بہت پسند ہے۔ میں تو اسے ہی تیری بیوی بناؤں گی۔" وہ ہنس پڑیں۔ غازی انہیں اطمینان سے کھلکھلاتا دیکھنے لگا۔

"کتنا اچھا ہنستی مسکراتی ہیں آپ۔۔ پھر کیوں ہنسنا چھوڑ دیا؟"

"تیرے بھائی کو اپنی ماں کی تکلیف نہیں محسوس ہوتی۔۔ وہ رویے نہیں چھبتے جو مجھے چھبتے ہیں غازی۔۔" مسکراہٹ مدھم ہو گئی۔ "اسے بیوی زیادہ پیاری ہے۔"

"آپ خوش ہوتیں اگر وہ آپ کی من پسند لڑکی سے شادی کر لیتا؟" اس نے جاننا چاہا۔ وہ مسکرا دیں۔

"بھلا اس سے زیادہ بھی میں کبھی خوش ہوتی؟"

"اور شاہ ویز؟ کیا وہ خوش رہتا؟" وہ ان کی پلیٹ میں سینڈوچ بنا بنا کر رکھ رہا تھا۔ لبنیٰ سوچ میں پڑ گئی۔

"پسند کی شادیوں کے علاوہ بھی شادیاں ہوتی ہیں بیٹے! لوگ رہ لیتے ہیں۔۔ پسند کر لیتے ہیں بعد میں۔۔" وہ اپنا مقدمہ لڑنے لگیں۔

"ہاں مگر شاہ ویز تو پہلے سے پسند کرتا تھا نا۔ لبنیٰ بی بی زبردستی کی شادیاں صرف زندگیاں خراب کر دیتی ہیں۔ جو لڑکی ابھی اپنی ماں کے گھر میں خوش ہے وہ یہاں اس زبردستی کے جال میں

پھنسی ہوتی۔ شاہ ویز جینا چاہتا تھا بڑی امی۔"اس نے کافی سالوں بعد لبنی کو بڑی امی کے نام سے بلایا۔"اس سے اس کی زندگی چھین لیتیں آپ؟"کتنا میٹھا لہجہ تھا اس کا۔۔

"خاندان میں کتنی سبکی ہوتی ہے غازی تجھے معلوم بھی ہے؟ کوئی نہیں ملنا چاہتا تیری بڑی امی سے!"لہجے میں تکلیف تھی۔

"اچھا ہوا ایسے رشتے ہی ختم ہو گئے جو ان کمزور بنیاد پر کھڑے تھے۔"انداز پر سکون تھا۔"کیا کرنا اس عارضی شہرت اور عزت کا جو ذرا سی بات پر ختم ہو جائے۔ دو سال ہونے والے ہیں اور۔۔"

وہ ابھی کچھ کہتا جب رباب نے ناک کیا۔

"کم ان۔"وہ رباب تھی جو ٹرالی سجاتی اندر کمرے میں لا رہی تھی۔ اس کی نگاہ اندر موجود ٹرے پر پڑی تو وہ ٹھہر سی گئی تھی۔"کیا میں نے تاخیر کر دی؟"اسے لگا جیسے وہ ناشتہ بنانے میں دیر کر گئی ہو۔ لبنی نے منہ پھیر لیا۔

"نہیں بھابھی جی۔۔ آج بس میں نے سوچا کہ مجھے تھوڑا وقت سینڈریلا کی سوتیلی ماں کے ساتھ گزارنا چاہیے۔"وہ شرارتی لہجے میں بولا تو لبنی ہائے ہائے کرنے لگیں۔

"اتنی بری ہوں کیا میں اب؟ تو نے تو مجھے ولن ہی بنا دیا۔"

"سوری امی میں لیٹ ہو گئی۔ شاہ ویز نے یہ دوائی بھجوائی ہے۔ وہ آفس جانے سے پہلے کہہ کر گئے تھے کہ آپ کی دوا ختم ہو رہی ہے تو یہ میں آپ کو پہنچا دوں۔" اس نے میز پر دوائی رکھی اور گلاس میں لبنیٰ کے لیے پانی نکالنے لگی۔ غازی اس کی حد درجہ توجہ پر لبنیٰ کو مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ رباب شاید کبھی بھی اتنی بری نہیں تھی جتنا اسے لبنیٰ سمجھتی تھی۔

"میرا بیٹا خود کیوں نہیں آیا ملنے؟ یقیناً تم نے اسے کچھ کہا ہو گا۔" انہیں یقین تھا۔

"نہیں اماں۔ میں نے تو ان سے کہا تھا کہ آپ سے ملتے ہوئے چلے جائیں مگر وہ پہلے ہی لیٹ ہو گئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ ابی کو پتا لگا میری تاخیر کا تو ڈانٹ پڑے گی اس لیے ابھی فوراً نکلنا ہو گا۔ رات کے لیے پہلے سے تاکید کر کے گئے ہیں کہ کھانا آپ کے ساتھ کمرے میں ہی کھائیں گے۔" رباب اس سب کے باوجود مسکرا رہی تھی جیسے لبنیٰ کے دل میں ایک نرم گوشہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ لبنیٰ کو کوئی جواب ہی سوجھا تو وہ خاموش رہیں۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔۔ تم جا سکتی ہو۔" لہجہ تیز نہیں تھا۔ کافی سمٹ چکا تھا۔ رباب اثبات میں سر ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"بس اب جلدی سے یہ سب کھا لیں کیونکہ مجھے بھی آفس جانا ہے۔ ہم اس موضوع پر دوبارہ بات کریں گے۔" غازی نے جیسے انہیں سمجھایا۔

"نہیں ہم نہیں کریں گے۔" وہ تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگیں۔

"لبنی بی بی ہم کریں گے۔ جب تک آپ کے دل میں آپ کی خوش اخلاق بہو کے لیے محبت پیدا نہیں ہو جاتی ہم تب تک کریں گے۔ انہیں چھوڑ دیں جنہوں نے آپ کو چھوڑ دیا بڑی امی۔۔ وہ دکھاوے کے لوگ ہیں۔ ہم ہیں آپ کی فیملی۔۔ وہ صرف دکھاوا تھا۔" وہ انہیں محبت سے سمجھاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "جلدی سے ٹھیک ہو جائیں تاکہ میری دلہن لا سکیں۔" غازی ہنستا ہوا باہر نکل گیا تو لبنی بھی مسکرا دیں۔ انہیں پہلی بار اس موضوع پر بات کرنا برا نہیں لگا تھا۔

۔۔۔☆☆☆۔۔۔

زندگی کی گاڑی پھر چلتی ہوئی دکھنے لگی۔ جانے خود چل رہی تھی یا دھکا لگایا جا رہا تھا۔ زندگی سلجھ رہی تھی یا مزید الجھ رہی تھی یہ محسوس کرنا تھوڑا دشوار تھا۔ لبنی کے گھر والے بالآخر اس کی بہو سے ملنے چلے ہی آئے۔ یہ دو سال لاتعلقی ختم کرتے ہوئے لبنی کی خالہ زاد خاص طور پر رباب کو دیکھنے آئیں۔ ملنے کی وجہ شاید دل جلانا تھی جس کی آگاہی لبنی کو خوب تھی۔ جانے ارادے کیسے پلٹے۔۔ وہ جو لبنی کا دل جلانے اور باتیں کسنے آئی تھیں رباب کی میزبانی اور شائستگی پر دنگ ہی رہ گئیں۔

"لڑکی تو بہت پیاری ہے۔" چھوٹی خالہ زاد نے کن انکھیوں سے بہو رانی کو دیکھا۔

"خالہ آپ میٹھا اور لیں گی؟" رباب نے جلدی سے میٹھے کی پلیٹ آگے کی۔ لبنی نے پہلی بار رباب کو بغور دیکھا۔ وہ جو سوچ رہی تھیں کہ مہمانوں کی باتوں پر انہیں رباب کے سامنے سبکی محسوس ہو گی' گویا وہ ڈر دور ہو گیا۔ شاہ ویز نے بیوی کو تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ ساتھ ہی بیٹھا گفتگو میں حصہ لے رہا تھا۔

"ویسے بتانے آئے تھے کہ اس کا رشتہ طے کر دیا ہے۔ اب اس کے اچھے نصیب کی دعا کرو۔" باتوں باتوں میں بات پہنچا دی گئی۔ لبنی کے دل کو تسکین پہنچی۔ یہ تسکین اس لیے بھی ضروری تھی کہ یہ ڈیڑھ سال ایک گلٹ میں گزرا تھا کہ وہ اس لڑکی کو بیاہ کر نہ لا سکیں جس کی ماں کو انہوں نے امید دلائی تھی۔

"امی آپ اسٹیم لے لیں۔ میں نے پانی ابال دیا ہے۔" وہ اس کا خاصا خیال رکھ رہی تھی اور پہلی لبنی نے غازی کی باتوں کو گہرائی میں سوچا۔ ہاں وہ واقعی بری نہیں تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی مہمان تعریفوں کا پل باندھ رہے تھے اور لبنی کی گردن اونچی ہو رہی تھی۔

"تمہاری بہو کے ہاتھ میں ذائقہ ہے۔۔ صحیح کہتی ہے تبسم! جس کا جو نصیب ہوا سے وہی ملتا ہے۔۔ اب رہنے دو غم نہ کرنا۔ اللہ نے تمہیں کتنے اچھے سے نوازا ہے اور پھر یہ کام تو خدا کے ہیں اس میں انسانوں کا کیا دخل۔۔" سکون، تسکین اور تسلی۔۔ لبنی کو گویا چین آ گیا۔ جس لڑکی

کی وجہ سے انہیں خاندان والوں نے خود سے دور کیا'اسی لڑکی کی وجہ سے آج ان کی گردن اونچی ہو گئی تھی۔ وہ رات بھر اس کے بارے میں سوچتی رہیں۔ جانے کیوں وہ انہیں پہلی بار اچھی لگی۔

وہ سونے کے لیے بیڈ پر لیٹی تھیں جب دروازے پر کھٹکا ہوا تھا۔ وہ رباب تھی جو انہیں چائے دینے کمرے میں آئی تھی۔

"چائے کا کس نے کہا؟"

"شاہ ویز کے لیے بنائی تھی تو عابد چاچو نے بتایا آپ کے سر میں درد تھا تو آپ کے لیے بھی بنادی۔" وہ واپس جا رہی تھی جب لبنیٰ نے اسے دھیرے سے روکا۔

"ٹھہرو۔" آج کا دن بہت الگ مختلف بیتا تھا۔

"جی۔"

"تمہیں مجھ سے نفرت نہیں ہوتی؟" یہ کیسا سوال تھا۔ مگر یہ سوال ان کے لیے بے حد اہم تھا۔ اس کا جی نہیں چاہتا وہ جب ان کے لیے چائے بنائے تو تھوڑا سا زہر ملا کر سارا معاملہ ہی ختم کر دے؟ وہ ٹھہر سی گئی پھر مسکرا دی۔

"نہیں۔" اس پر تو لبنیٰ کا خیال رکھنے کی بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔ جانے کیا لڑکی تھی۔ وہ جا چکی تھی اور لبنیٰ پرانے وقتوں کی یاد میں آنکھیں موند گئی تھیں۔ آج کل تو نہ دن ویسے تھے نہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

راتیں۔۔سب خاموش ہی رہتے تھے۔زمل جو دل بہلانے کچن میں رہتی تھی اب صرف دماغ کو نیو تجربے میں مشغول کرنے سے اس کا دل نہیں بہلتا تھا۔بات بہت آگے بڑھ چکی تھی۔مراد بہت خاموش ہو گیا تھا۔شاید بہن کی موت اور حنانہ کی غیر موجودگی اسے اندر سے کھوکھلا کر رہی تھی۔وہ اب حنانہ کے پیچھے نہیں جاتا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اسی آفس میں کام کرتی ہے جہاں مراد کا جانا مشکل نہیں۔۔غازی کے خیالوں پر آج کل ارتیج کا خاصا اثر تھا۔وہ دور رہ کر بھی اس کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔کوئی بھی فیصلہ کرنا مشکل نہیں لگ رہا تھا مگر وہ جتنا اس سے دور بھاگتا تھا وہ خیالوں میں اتنا اس سے نزدیک تھی۔چھ ماہ بیت گئے۔۔گویا دو سال بعد آج وہ تاریخ آ پہنچی جس روز اس نے خود کو اذیت سے دوچار کیا تھا۔اس نے الماری میں سعد کی دی ہوئی سونے کی انگھوٹی دیکھی تھی اور پٹ بند کر دیا تھا۔وہ بستر پر آ کر بیٹھ گئی اور کھلی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔گھڑی آٹھ بجا رہی تھی اور وہ حذیفہ کو اسکول بھجوا کر شاور لے کر بیٹھی تھی۔منگنی کی سالگرہ سے اسے پچھلا وقت یاد آنے لگا۔وہ سن بیٹھی تھی جیسے زندگی اسے ہار رہی ہو۔لب خاموش تھے جیسے عرصوں سے کسے نے ان کی داستان سنی ہی نہ ہو۔وہ سل گئے تھے۔اب مزحمت نہیں کرتے تھے۔اسے بہت دنوں بعد وجیح کا خیال آیا۔خیال آیا تو سنہرے بیتے ہوئے خیالات میں گھومنے لگے۔کینبرا۔۔سڈنی۔۔ہوٹل کے رومز اور ساحل سمندر۔کیا زمل نے

کبھی سوچا تھا زندگی وہاں سے یہاں لے آئے گی؟ ہفتے میں ایک بار اس کی موجودگی طلب کرنے والی زمل اس کی طلب میں سال سال گنوادے گی؟ وائٹ نائیٹس اور ڈنر پر ایک لمبی ڈسکشن۔۔ اسے وہ تمام باتیں یاد آنے لگیں جو اس کا موڈ بحال کرنے کا حوصلہ رکھتی تھیں۔ اسے لگا وہ حال سے مٹائی جا رہی ہے اور ماضی اسے خود میں سمیٹ رہا ہے۔ دل نے خواہش کی کہ وہ اپنی سرزمین دوبارہ لوٹ جائے۔ وہ کینبرا جا کر پچھلا ہرا چھا برا وقت مٹا دے۔۔ اس کا دل اب کسی تکلیف کو برداشت کرنے کی حالت میں نہیں تھا۔ کاش وہ کینبرا چلی جائے۔ کاش اسے اس کی خالہ بلوالیں۔ بہت نزدیک سے اسے وجیح کی آواز آئی۔۔ "کیا تم مجھے یوں تنہا کر کے خود کینبرا جانا چاہتی ہو؟" اس کا دل گویا حلق میں اٹک گیا۔ جیسے وجیح نے اس کے کان میں سرگوشی کی ہو۔ اس کی سانسیں اوپر ہی رہ گئیں۔ وہ وجیح نہیں تھا۔۔ اس کی یاد تھی۔ وہ کہاں تھا۔۔ وہ آ کیوں نہیں جاتا۔ یہ اس کی وہ آواز تھی جس کی گہرائی کو اس نے سب سے زیادہ سڈنی میں محسوس کیا تھا۔ اسے یاد تھا جب وہ کینبرا جانے پر بضد تھی تو وجیح نے اسے منانے کے لیے کہا تھا۔ تو کیا وہ اس کے ذہن پر ساری زندگی یوں ہی سوار رہنے والا تھا؟ کیا وہ اسے کسی اور مرد کے ساتھ بیٹھ کر ساری عمر سوچنے والی تھی؟ زندگی میں پچھتاوا ساتھ رہنے والا تھا؟ تو کیا وہ اسے واقعی یہاں چھوڑ کر کینبرا نہیں بھاگ سکتی تھی۔ نہ وہ آتا تھا اور نہ وہ اسے خود سے دور کر پاتی تھی۔ جانے کیسا تھا۔۔ کہاں تھا

وہ۔۔اور اب کس کے ساتھ تھا۔آنکھیں بھیگنے لگیں تو وہ سسکتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ جانتی تھی سعد اس سے ضرور ملنے آئے گا۔وہ محبت کا جھوٹا ڈھونگ رچائے گا اور پھول اسے دے گا۔۔ بالکل پچھلی بار کی سالگرہ کی طرح جب اس نے پھول دیتے ہوئے وجیح کا ذکر اسے بھولنے نہیں دیا تھا۔وہ وجیح پر ہنستا تھا اور اسے نیچا دکھاتا تھا۔زمل جلتی تھی اور کڑھ کر جواباً کچھ نہ کہتی تھی۔یہ ایک اذیت تھی جو اس کے گلے کا طوق تھی۔اس نے آنکھوں کے سرخ ہوتے کناروں کو دیکھتے ہوئے آنکھیں صاف کر کے سعد کی آئی مس کالز دیکھیں۔گھڑی آٹھ بجا رہی تھی اور اس وقت اس کا جواب دینا بے کار تھا۔وہ چپل پہنتی ہوئی نیچے چلی آئی۔آج کافی مہینوں بعد اسے پہلی بار کیک بنانے کا جی چاہا۔اسے کھانے سے زیادہ اسے بنانے میں انٹرسٹ تھا۔ابی اپنے کمرے میں تھے یقیناً ابھی اٹھے نہ تھے۔وہ فریج سے سامان نکالتی کچن میں آئی اور فروٹ کیک بنانے لگی۔

اعوان ہاؤس میں خاموشی کا عالم تھا۔بس بیکنگ کی خوشبو ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔اگر کوئی اسے اس پہر کچن میں کیک بیک کرتا ہوا دیکھتا تو شاید کافی حیران ہوتا کیونکہ اسے کیک میں دلچسپی لیے کافی وقت ہو چلا تھا۔کام والی کے آنے کا وقت ہونے والا تھا۔اوون سے کیک نکالتے ہوئے اس نے فروٹس کی ٹوپنگ والا پیالہ اپنے سائیڈ کیا۔اسے باہر قدموں چاپ سنائی تھی۔زمل کو یقین تھا وہ غازی تھا۔وہ جانتی تھی کیک کی خوشبو اسے کتنا بے قابو کر دیا کرتی تھی۔

"میں جانتی ہوں تم نیچے ہو غازی۔ ابھی کیک تیار نہیں ہوا ہے۔" غازی کی موجودگی اس کے لبوں پر مسکراہٹ لے آئی۔ دوسری جانب سے کوئی آواز نہ آئی۔ وہ گرما گرم کیک اٹھاتے ہوئے پلٹی ہی تھی جب نگاہ کچن میں دروازے سے ٹیک لگائے کھڑے اور لمبے چوڑے شخص پر پڑی جس کی آنکھیں بے حد گہری اور بال کافی بڑے تھے۔ اسے لمحہ لگا سب سمجھنے میں۔۔ اگلے ہی لمحے کیک اس کے ہاتھ سے چھوٹتا اگر وہ نہ سنبھلتی۔ اس کی آنکھیں پھٹتی چلی گئیں اور گویا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔ سیاہ سوئٹ شرٹ اور نیلی جینز میں ملبوس وہ شخص گویا ایک خواب تھا۔۔ یا ایک سحر کا چہرہ۔ بال جن کی چھوٹی پونی پیچھے بندھی، بڑھی شیو اور شانے جواب مزید چوڑے محسوس ہوتے تھے۔ جتنے ہی لمحے اسے اس شخص کو اپنی آنکھوں میں اتارنے میں لگ گئے۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا۔۔ نہیں بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ اسے تک رہا تھا۔۔ کبھی اس کی آنکھیں، کبھی اس کے بال، کبھی وہ کیک جو اس کے ہاتھوں کی سختی کی ضد میں تھا۔ وہ بے تاثر کھڑا تھا اور زمل سوچ رہی تھی کہ وہ اس قدر بدل چکا تھا کہ اس پورے وجود میں صرف ایک چیز جو اسے وہیں ٹھہری سی لگی وہ اس کا بے تاثر چہرہ تھا۔ زمل ششدر کھڑی تھی اور وہ تھکا تھکا۔۔ وہ ایموشنلی کمزور عورت اب اس سے زیادہ مضبوط نظر آ رہی تھی۔

"ہو سکتا ہے زندگی کے کسی حصے میں وہ تمہارے پاس لوٹے 'تو اسے رکھ لینا۔ وہ ضرور آئے گا۔۔ اسے اپنے پاس بٹھا لینا۔۔" مائرہ کا وہ خط اور وہ الفاظ اس کی آنکھوں کے سامنے کھڑے تھے۔ کیا تھا وہ؟ ایک خواب ؟ایک جھوٹ ؟ یا ایک جھوٹا سا سچ ؟ وہ اس کے سامنے تھا؟ یا محض ایک خیال۔۔

"کیسی ہو زمل ؟" گھمبیر آواز نے اس کا تسلسل توڑا۔ زمل کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ کچھ کہہ بھی نہ سکی۔ تو کیا اسے "وہ آ کیوں نہیں جاتا" کا جواب مل گیا تھا؟

"وجیح۔۔" کاش وہ اسے کہہ پاتی وہ کیسی ہے۔ کاش وہ پرانے سارے دکھ بھول کر بتا پاتی کہ وہ اس وقت کیسا محسوس کر رہی ہے۔ ایک خواب سی کیفیت ایک خیال سا چہرہ۔۔ جیسے کوئی اپنا گھر لوٹ آیا ہو۔۔ پلٹ کر اپنوں میں آ گیا ہو۔ اس کے جذبات گڈ مڈ ہونے لگے۔ مرجھائی آنکھیں اب جن کے گرد گھیرے حلقے ہوا کرتے تھے کھل رہی تھیں اور وجیح خان کو اس کا بے نور چہرہ دل پر زنجیر مار رہا تھا۔

"کوئی نیا دوست تو نہیں بنایا؟" کیا تھا یہ ؟ایک آزمائش یا اس عذاب میں ایک چین کا پل ؟ وہ سن اسے دیکھ رہی تھی۔ لگتا تھا آنکھیں بھیگ جائیں گی۔ سرخ آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔

"آپ کو۔۔ آپ کو کبھی دوستی نبھانا نہیں آئی۔" آواز بھیگنے لگی۔

"ہاں۔۔مجھے کچھ نبھانا نہیں آیا۔" وہ کتنا بدلا ہوا نظر آتا تھا۔اب چہرے پر وہ رونق نہیں تھی۔۔ ایسا لگتا تھا غم کا بسیرا ہے۔"میں تم سے ایک بار پھر دوستی کی آرزو نہیں کروں گا۔" کیا وہ نادم تھا؟

"تو کیا لینے آئے ہیں یہاں؟" اسے غصہ کرنے کا بھی حق نہیں تھا؟ وہ خاموش رہا جیسے پہلے رہا کرتا تھا۔اس کی خاموشی کا اثر تھا کہ وہ بنا آواز کیے رونے لگی۔کیا وہ اکیلا تنگ آ گیا تھا؟ کیا وہ اکیلا زمانے کا تھکا ہوا تھا؟ اگر ہاں تو زمل کا چہرہ مرجھایا ہوا کیوں تھا۔۔وہ پہلے جیسی شوقین کیوں محسوس نہ ہوتی تھی۔

"ہمارا بچہ!" ابی کی آواز عقب سے ابھری تھی اور وہ پلٹا تھا۔انہوں نے بڑھ کر وجیح کو گلے لگایا۔ اس شور سے گھر کے باقی افراد بھی دھیرے دھیرے اٹھتے چلے گئے۔"ہمارا بیٹا گھر آ گیا۔ہماری مائرہ کا بیٹا۔۔" وہ روتے جا رہے تھے اور اسے چومتے جا رہے تھے۔وجیح خاموش تھا۔۔ان کی کمر سہلا رہا تھا۔

"مجھے مراد نے آپ کی طبیعت کے حوالے سے میسج کیا تھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا۔کیا ہوا ہے آپ کو؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔شاہ ویز اور غازی بھی باہر آئے تھے اور اب خوشی سے اس کی جانب بڑھے تھے۔

"دو سال! دو سال خود کو ہم سے دور رکھ کر تو اب آیا ہے اپنے نانا کا حال پوچھنے؟ دو سال تو نے تڑپایا ہم سب کو۔۔ کہاں تھا تو ویج؟" وہ رو رہے تھے اور شاہ ویز انہیں سنبھال رہا تھا۔ عابد چاچو اور لبنیٰ تائی بھی باہر چلی آئیں۔ زمل کچن میں ہی سسک رہی تھی جیسے حقیقت کو تسلیم کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ لوٹ آیا تھا۔۔ وہ آگیا تھا۔۔ اسے ہر وہ تکلیف یاد آگئی جو اس کے چلے جانے پر اسے ہوئی تھی۔ اسے ہر وہ اذیت یاد آنے لگی جب جب سعد سے گھبرا کر اس نے دل میں ویج کو پکارا تھا۔ وہ اس سے قبل ایسے آخری بار مائرہ کی موت پر روئی تھی اور آج ان کی اولاد کے آنے کی خوشی میں رو رہی تھی۔ وہ تیزی سے سب کو خود سے دور کرتی ہوئی کمرے کی جانب بھاگی۔ اس سب میں جہاں اسے کوئی نوٹ نہ کر سکا وہاں دو گہری آنکھوں نے اس کا پیچھا کیا تھا۔ کمرے میں پہنچتے ہی اس نے دروازہ لاک کیا اور کپکپاتی ہوئی بستر پر چت لیٹ گئی۔ بدن تھر تھرا رہا تھا اور دل کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

تو کیا سزا ختم ہو گئی؟

یہ ایک وہ سوال تھا جس کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔

---☆☆☆---

دو گھنٹے وہ خود کو کمرے میں بند رکھ کر باہر آئی تھی۔ دو سال کا غبار اندر جمع تھا۔ دل بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ سب ناشتہ کر چکے تھے اور شاید اس کا انتظار کرتے کرتے کام میں بھی مصروف ہو چکے تھے۔ وہ زینے اترتے ہوئے نیچے آئی تھی جب شاہ ویز کو وجیح سے گفتگو کرتے دیکھتے ہوئے کچن کی جانب بڑھنے لگی۔

"تم نے ناشتہ نہیں کیا، زمل؟" شاہ ویز نے اس سے پوچھا تھا۔ وجیح نے پلٹ کر اسے دیکھا نہیں تھا بلکہ زمل نے اس کی نگاہوں کو نیچے جھکتا دیکھا تھا۔ زمل نے شاہ ویز کو دیکھا۔ وہ جانتی تھی شاہ ویز نے جان کر وجیح کے آگے اس کا نام اس لیے لیا تا کہ وجیح کو اس کی موجودگی کا علم ہو۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ کچن میں چلی گئی اور اپنے لیے چائے بنانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے کچن کی کھڑکی سے وجیح کو گارڈن میں دیکھا۔ وہ اوپر جانے والی سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ جانے کیوں وہ پھر اپنی چائے پر فوکس نہ کر سکی۔

"وجیح بھائی تو کتنے گڈ لکنگ ہیں۔" رباب پاس کھڑی اپنے لیے سینڈوچز بنا رہی تھی۔ زمل اس کی بات پر چونکتی ہوئی چائے پر متوجہ ہوئی۔ اسے لگا جیسے وہ پکڑی گئی ہو۔

"بس ٹھیک ہی ہیں۔۔" اس نے جان کر کہا۔

"بس ٹھیک کہاں سے ہیں زمل۔۔ اتنے پیارے ہیں۔ میں شاہ ویز کو بھی یہی کہہ رہی تھی۔ اور اتنے کامیاب بھی تو ہیں پھر شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ کوئی تو پسند ہو گی۔" وہ جیسے اس کا پسندیدہ موضوع بن گیا۔ زمل نے باہر دیکھا۔ وہ سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اسے بے جا حیرت ہوئی۔ تو کیا وہ اب سگریٹ بھی پینے لگا تھا؟ وہ انسان جسے سگریٹ پسند تک نہیں تھی؟ وہ سوچنے لگی اس کی شخصیت میں کتنا رعب تھا۔ بیٹھا تھا تو لگتا تھا کوئی طوفان خاموش ہو۔ دور تھا مگر ساتھ محسوس ہوتا تھا۔۔ لگتا تھا وہ حفاظت کے سائے میں ہے۔ وہ اس سے دور نہیں بھاگنا چاہتی تھی۔۔ اسے خوف تھا وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ یہ دو سال قہر تھے۔ وہ سوچنے لگی کاش آج کا دن طویل ہو جائے۔ کاش وہ ٹھہر جائے۔ ایک دن، دو دن۔۔ ہفتے یا سال۔۔ وجیح کی نظریں بھٹکتے ہوئے زمل پر پڑیں جو اسے دیکھ رہی تھی۔۔ پھر نہ جانے کتنی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو جانے کس خیال میں گم تکتے رہے۔ وجیح نے دھیرے سے چہرہ اثبات میں سر ہلا کر اسے وہاں آنے کا اشارہ کیا۔ زمل کے دل کی حالت غیر ہونے لگی۔ اس کے بلانے کا احساس بالکل ایسا تھا جیسے کسی بچے کو پیار سے بلایا جاتا ہے۔ وہ چائے پیالی میں نکالتے ہوئے باہر آ گئی۔

"رباب پوچھ رہی ہے چائے پیئیں گے یا کافی؟" اس نے جھوٹ کا سہارا لیا۔ وہ اس کے پاس بیٹھنا چاہتی تھی۔

"کچھ بھی نہیں۔۔" وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس کے ساتھ والی سیڑھی پر کافی فاصلے سے بیٹھ گئی۔ وہ سامنے دیکھ رہی تھی جب گردن پھیر کر ویجی نے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں، اس کی پلکیں، اس کے آگے سے کٹے ہوئے بال اور ناک میں چمکتی بالی جو اسے مختلف لگی۔ وہ پھر سامنے دیکھنے لگا۔

"ابی بہت خوش ہیں آپ کے یہاں ہونے سے۔۔ وہ چاہتے ہیں آپ دو دن یہاں رک جائیں۔" (میں چاہتی ہوں آپ دو دن یہاں رک جائیں)۔ دل اور زبان دونوں کی آواز مختلف تھی۔ وہ اس سب میں پہلی بار ذرا سا ہنسا۔

"اور تم؟ تم بھی یہ چاہتی ہو؟ میری وجہ سے بے آرام رہنا چاہتی ہو؟" وہ سگریٹ کو لبوں میں دباتے ہوئے بولا۔ زمل نے بے اختیار اسے دیکھا۔

"آپ دوست ہیں میرے۔۔" جیسے یاد دلایا ہو۔

"اب بھی ہوں؟؟" وہ گویا حیران ہوا۔ "تم مجھے ہیٹ نہیں کرتی؟"

"نہیں۔ میں آپ سے نفرت کیوں کروں گی؟ (کیسے کر سکتی ہوں؟)" جانے کیوں بے چینی سی ہوئی۔

"کیونکہ کچھ بھی ویسا نہیں ہے زمل۔۔ بلکہ کبھی تھا بھی نہیں۔۔" وہ پھر سے سامنے دیکھنے لگا۔ زمل کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔ وہ کتنا مختلف نظر آتا تھا۔ ماں کی موت گویا اسے کھا گئی ہو۔ "مجھ جیسا بے مروت آدمی کسی کو پسند نہیں آتا۔۔ وہ بس ابی کا پیار اور خلوص ہے جو مجھے یہاں آج لے آیا۔" اس کے بال اس کی آنکھوں تک آ رہے تھے۔

"ایک سوال پوچھوں؟" زمل نے کافی ساری ہمت جمع کی۔

"ہوں۔" مختصر سا جواب موصول ہوا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟" پہلی بار اس نے ایسا گہرا سوال کیا تھا کہ وجیح کو لگا وہ شاید جواب نہیں دے پائے گا۔

"کام اچھا چل رہا ہے۔" یہ ایک عجیب سا جواب تھا جیسے خود کو محفوظ کیا گیا ہو۔ "گھر بنا لیا ہے اور وہ سب حاصل کرتا جا رہا ہوں جس کی میں خواہش کیا کرتا تھا۔" یہ کہتے ہوئے اس کی زبان ذرا سی لڑکھڑائی تھی۔

"اور آپ؟ آپ کیسے ہیں؟" وہ بضد تھی۔ ان دو سالوں میں وہ کہاں تھا۔۔ کیا کرتا رہا جیسے وہ یہ سب کچھ جاننا چاہتی ہو۔ آج وہ آیا تھا تو مائرہ کی یادیں بھی لے آیا تھا۔ اس نے وجیح کو عجیب بی ہیو کرتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

"مجھے کیسے معلوم ہو گا۔" وہ جب تھک گیا تو اکتا گیا۔ "تم کیسی ہو؟ مراد نے بتایا تھا کہ تم نے ماسٹرز میں ایڈمیشن لیا تھا۔"

"میرا ماسٹرز ختم ہونے والا ہے ویجح۔۔" وہ حیران ہوا۔

"واقعی؟ گڈ۔ تمہیں اپنی اسکلز کو استعمال میں لانا چاہیے۔ اب کیا کرو گی؟" وہ جیسے اسے سننا چاہتا تھا۔

"ابی چاہتے ہیں اب میں شادی کر لوں۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ وہ مسکرایا۔

"ابی بس خوف کھاتے ہیں اپنی عمر سے۔۔ شاید تب ہی چاہتے ہیں کہ اپنی پریشانی کسی اور کے سر کر دیں۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بھی مذاق کر لیا کرتا تھا۔ "پھر دیکھو ایک اچھا سا لڑکا اور منگنی کر لو۔ میں اس سے کہوں گا میری دوست کا خیال رکھے۔" زمل نے بے اختیار اسے دیکھا جیسے بے یقین ہو۔ کیا وہ بے خبر تھا؟ کیا اسے بھنک بھی نہ پڑی تھی؟ وہ اب بھی اس کی بات کو سیریس لیے بغیر مذاق کر گیا تھا۔ اس کا جی چاہا آنکھیں نم کر بیٹھے۔

"تو پھر میری منگنی پر کیوں نہیں آئے؟" سانسیں گویا سینے میں پھنس رہی تھیں۔ نگاہیں جھک سی گئیں۔ ویجح کی اپنی سگریٹ پر گرفت ڈھیلی ہوئی۔

"کیا مطلب؟" وہ کوئی بھی معنی خود سے اخذ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"سعد سے میری منگنی کو آج دوسرا سال ہو گیا ہے وجیح۔ اگلے ماہ میری گریجویشن ہے۔ اس کے بعد کی کوئی شادی کی تاریخ طے کر دی گئی ہے۔" اسے لگا آواز اس کا ساتھ نہیں دے پائے گی۔ سانسیں گویا ساکن ہو گئیں۔ وجیح نے بے اختیار زمل کو دیکھا جیسے اسے اپنے ہاتھ سے جاتا دیکھ رہا ہو۔ دو سال؟ منگنی؟ سعد؟ دل بند ہونے لگا۔ اسے پہلی بار مراد پر بے تحاشہ غصہ آیا۔ وہ ششدر سوچنے لگا کہ اتنا عرصہ وہ لاعلم رہا تھا۔ ان دو سالوں میں وہ اس سے دو بار ملا تھا مگر ایک بار بھی زمل کے بارے میں بات کرتے ہوئے اس نے کبھی اس کی منگنی کا نہیں بتایا تھا۔ اسے لگا جیسے سگریٹ کا دھواں اس کے سینے میں بھر رہا ہو۔ شاید وہ کچھ اور بھی بتا رہی تھی مگر وہ کچھ بھی سننے سے قاصر تھا۔ سعد کو وہ سب حاصل ہو گیا تھا جو کسی زمانے میں صرف اس کا گمان تھا، خوف تھا، خدشہ تھا۔۔ وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ کافی لمحے یوں ہی گزر گئے۔۔ منٹوں کی خاموشی درمیان میں چھا گئی۔ زمل کو اس کی بے خبری کا یقین ہو گیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا ہو جیسے ان کا رنگ خود میں اتار رہا ہو۔ کیا وہ واقعی اب کبھی اسے اتنے حق سے نہیں دیکھ سکے گا؟ "میں نے پھوپھو کے بعد آپ کو یاد کیا تھا۔" اس کا جی چاہا وجیح کے آگے بچوں کی طرح رو دے۔ اس کی آنکھوں میں کچھ تھا کہ وجیح دوبارہ نہ دیکھ سکا۔ زمل روہانسی ہو رہی تھی اور دل وجیح کا بند ہو رہا تھا۔ یہ کیا کیفیت تھی؟ وہ یہی تو چاہتا تھا کہ زمل کا انتخاب کوئی اور ہو۔۔ وہ یہی تو چاہتا تھا کہ زمل اسے نہ

چنے۔ کیا وہ زمل کی چاہت سے بے خبر تھا؟ کہنے اور سہنے میں کتنا فرق تھا وجیح کو آج خبر ہوئی تھی۔

"میں نے آج تک کب کسی کا دل رکھا ہے زمل۔ تم نے مجھ سے امید کیوں لگائی؟" وہ بس اتنا کہہ سکا۔

"میری طرف دیکھ کر کہیں آپ کو اپنی دوست کا ایک بار بھی خیال نہیں آیا؟؟" کس ادا سے شکوہ کیا گیا تھا۔ اس کا دل کسی نے اپنی مٹھی میں لیا۔ وجیح نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔ وہ اور کیسے بتاتی کہ زمل کو اپنے دوست کی ہر مشکل وقت میں ضرورت رہی۔ بھلا وجیح بھی کیسے بتاتا کہ ان ڈھائی سالوں میں اگر زمل کا خیال نہ ہوتا تو شاید یہ اتنا لمبا عرصہ گزارنا ناممکن ہو جاتا۔ مگر کیا اسے واقعی وجیح کی ضرورت تھی؟ اس کے پاس سعد تھا۔ اس کا بہترین دوست اور منگیتر سعد!

"کیا چاہتی ہو تم؟ تم چاہتی ہو میں تمہیں ان ڈھائی سالوں کا حوالہ دوں زمل؟ یہ وقت میں نے کیسے گزارا؟ کیوں پکارا تم نے مجھے؟ میں تو اس شخص کا گریبان تک نہ پکڑ سکا جس نے میری ماں ماردی۔ میں اپنی ماں کو آخری وقت میں چہرہ نہ دکھا سکا۔ اس عورت کو بچا نہ سکا جسے میں نے دنیا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں ایک مرد ہو کر ایک عورت کی حفاظت نہ کر سکا۔ تمہیں اس بزدل اور

کھوکھلے انسان سے امید تھی؟افسوس!" باتوں کا رخ مڑ گیا۔وہ فرش کو تکنے لگا جیسے مائرہ کی یاد اس ک جلد میں چھری کی طرح گھس رہی ہو۔وہ مائرہ کے بارے میں بات کرتا ہوا اسے بالکل دکھی یا افسردہ نہیں لگا۔جیسے اذیت سہنا اس کی عادت تھی اب۔۔تاثرات سپاٹ تھے اور لہجہ اکھڑا ہوا۔جیسے اس کھوکھلے بدن میں اندر سب کچھ ٹوٹ چکا ہو۔

"پھپھو نے مجھے سات صفحوں کا خط لکھا تھا جو مجھے ان کی ڈیتھ کے بعد ملا۔"اس کی آواز مکمل بھیگ چکی تھی۔یہ ایک ایسا انکشاف تھا جس نے وجیح کے تاثرات بدل دیے تھے۔وہ ششدر ہوتا اس کا چہرہ پھٹی آنکھوں سے تکنے لگا۔بچوں کی طرح چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے ہوئے وہ اپنے غم کو چھپا نہ سکی۔

"خط؟"وجیح کی آنکھیں جلنے لگیں۔وہ الجھا ہوا تھا۔

"ہر لفظ میں پھپھو نے پکارا ہے آپ کو۔۔انہوں نے مجھے لکھا تھا۔جہانگیر انکل نے انہیں مار دیا۔"اس کی آواز کانپنے لگی۔"انہیں خوف تھا کہ وہ انہیں مار دیں گے۔کہاں تھے آپ؟وہ بہت تکلیف میں تھیں۔میری آنکھوں کو وہ مناظر نہیں بھولتے۔ان کے زخمی جسم کی گواہ ہوں میں۔۔"وہ بلبلا اٹھی۔وجیح کے ہاتھ کی مٹھی کی گرفت بڑھتی جارہی تھی۔وہ اس کے الفاظ کو بمشکل ہضم کرتا مضبوطی سے فرش کو تک رہا تھا۔اسے سینکڑوں بار جہانگیر خان کے نام سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شدید نفرت ہوئی۔"میں ان کے پاس دو بار گئی تھی۔ جہانگیر انکل نے مجھے ایک بار بھی نہیں روکا تھا۔ وہ چاہتے تھے میں مائرہ پھوپھو سے ضرور ملوں۔ پھوپھو تکلیف میں تھیں۔ وہ زخمی تھیں' بیمار تھیں وجیج۔۔ مجھے ضرورت تھی آپ کی! مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتا۔ میں اس سب کو ہمیشہ اپنے دل میں نہیں رکھ سکتی وجیج! اب میں کبھی بھی ایک نارمل زندگی نہیں گزار سکوں گی۔ میں نے ان کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ میں نے اس شخص کو انہیں موت دیتے ہوئے محسوس کیا ہے۔ میرا دل پھٹتا ہے وجیج! میں نے ڈھائی سال یہ تکلیف برداشت کی ہے۔ میں ہمیشہ نہیں کر سکوں گی۔ مجھے پھوپھو کی تکلیف مار دے گی۔" وہ سسکتے ہوئے سب کہتی چلی گئی۔ وجیج سنتا رہا اور اپنی اذیت میں اضافہ کرتا رہا۔ وہ خط۔۔ وہ خط جو اس کی ماں نے زمل کے نام لکھا تھا۔ اس کا جی چاہا جہانگیر خان کو موت کے منہ میں اتار دے۔ وہ اس کا سینہ چاک کر دے اور آنکھوں کو کھرچ ڈالے۔ اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔۔ یہ اس کی اذیت میں ہونے کی بڑی نشانی تھی۔ یکدم ہی گارڈن کے دروازے سے سعد اندر داخل ہوا تھا۔ زمل کی حالت اس سے دیکھ کر سن ہو گئی تھی۔ سعد ششدر کھڑا اب غصے سے وجیج کو تک رہا تھا۔

"تمہیں ہزار کالز کر چکا ہوں۔ بے ہوش تھی کیا؟" وہ طنزیہ لہجے میں بولتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔ "اوہ وجیج آیا ہے۔ اس کے سامنے تو واقعی تمہیں میں بھی نظر نہیں آتا۔" وہ جلی کٹی باتیں

کرتا ہوا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے جان کر وجیح کو دکھانے لگا۔ وجیح نے اس کی بات پر سر اٹھا کر سعد کو دیکھا تھا۔ زمل تیزی سے اپنے آنسو صاف کرتی گھبرائی گھبرائی اٹھی۔

"نہیں وہ بس۔۔" وہ اس سے ہاتھ چھڑانے لگی جب سعد نے اس کی بات کاٹی۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟ آنسو پونچھو فوراً! مجھے روتی دھوتی عورتیں نہیں پسند تمہیں بخوبی علم ہے نا؟ اور روئی کیوں؟" وہ اب وجیح کو دیکھ رہا تھا جواب انہیں سرخ آنکھوں سے سعد کو تک رہا تھا۔ وجیح نے سعد کے ہاتھ میں زمل کا ہاتھ دیکھا تھا۔

"میں بس یونہی وجیح سے پھوپھو کے بارے میں بات کر رہی تھی سعد۔۔ مجھے بس۔۔ بس پھوپھو کی یاد آرہی تھی۔" وہ آنسو صاف کرنے لگی۔ سعد نے ایک نظر وجیح پر ڈالی۔ بھلا وہ بھی کبھی اسے پسند آیا تھا؟ اس نے بددلی سے اس کی طرف دیکھ بولنا شروع کیا۔

"کیسے ہو وجیح؟ لانگ ٹائم نو سی؟" لبوں پر زبردستی ایک مسکراہٹ تھی۔ وجیح نے اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا سعد کو وہ پسند نہیں تھا۔

"آئم گڈ!" نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"تمہیں ہماری منگنی کی خبر تھی تو تم نے مبارکباد کیوں نہیں دی؟" اس نے جان بوجھ کر منگنی کا ذکر چھیڑا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وجیح کو معلوم نہیں تھا سعد۔" زمل نے جھٹ سے جواب دیا۔ جانے وہ کیوں وجیح سے الجھنا چاہتا تھا۔

"او آئی سی! تم ہمارے نکاح میں ضرور شرکت کرنا۔ آخر کو زمل کے بے حد قریبی کزن ہو۔" خواب اس کا تھا مگر حقیقت وہ کسی اور کا تھی۔ وجیح کا چہرہ ہر تاثر سے خالی تھا۔ زمل نے سعد کے تاثرات جانچے۔ اس عرصے میں وہ اسے کتنا زیادہ جان چکی تھی۔ ایک ایک جملہ اس کا ٹانٹ تھا جو باقاعدہ کسی حملے کی طرح وجیح کی شخصیت پر وار کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔

"تم آج کیسے آئے؟" زمل نے جلدی سے بات بدلی۔

"اپنی منگیتر سے ملنے کے لیے مجھے کسی مقصد کی ضرورت نہیں ہے زمل۔ تم بھول گئی آج کتنا اہم دن ہے؟ ہم لنچ پر جا رہے ہیں۔ تم تیار ہو کر آؤ۔" وہ اسے سبق پڑھا رہا تھا اور وجیح کوئی حرکت کیے بغیر اسے تک رہا تھا۔ اسے زمل کے بے آرامی واضح محسوس ہوئی۔ "کتنی محبت کرتا ہوں میں تم سے میری جان۔۔" لہجہ یکدم میٹھا ہو گیا۔ زمل سٹپٹائی۔ اس نے کبھی زمل سے اس لہجے میں گفتگو نہیں کی تھی۔ "میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ ابا اور مام تمہیں یاد کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی سرپرائز پلان کیا ہے۔ کتنی یاد آ رہی تھی' کتنی کالز کر کے تمہاری آواز سننے کا انتظار کیا میں نے سوئیٹ ہارٹ! وہی پنک سوٹ پہننا جو میں نے تمہیں لاسٹ سمر پر گفٹ کیا تھا۔ جاؤ گھر

والے ویٹ کر رہے ہیں۔" اس کی زلفوں کو اپنے ہاتھوں سے چھوتا ہوا وہ یہ سب کیوں کر رہا تھا زمل کو بخوبی علم تھا۔ وجیح اسے تک رہا تھا۔ ان کمزور نگاہوں سے جن میں اب کچھ بھی سہنے کی ہمت نہ تھی۔ وہ اس کے لمس سے بے آرام ہونے لگی۔ وجیح تیزی سے اٹھا اور باہر نکل گیا تھا۔ وہ اسے بہت غصے میں لگا جیسے کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس کے جاتے ہی سعد استہزایہ ہنستا ہوا زمل سے دور ہوا تھا۔ وہ تیزی سے تیار ہونے اندر چلی گئی۔

---☆☆☆---

"کیوں آیا تھا وہ؟" گاڑی کی اسپیڈ کافی تیز تھی۔ ہمیشہ کی طرح اپنا غصہ اور چڑچڑاہٹ روڈ پر نکالی جا رہی تھی۔

"ان کا گھر ہے وہ۔۔ جب چاہے آ سکتے ہیں۔" زمل نے سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے کہا۔ "گاڑی آہستہ چلاؤ۔ پلیز۔"

"وہ 'آپ' اور میں 'تم'؟ واہ۔" وہ استہزایہ ہنسا۔ "کیا چل رہا ہے دماغ میں؟ پرانا عاشق آ گیا ہے نا۔ دل کے تار بج رہے ہوں گے۔" اس کے لہجے کی کڑواہٹ تھی کہ زمل کو اس سے کراہیت محسوس ہوئی۔

"مجھے وہ پسند ضرور تھے لیکن یہ مت بھولو کہ میں نے تمہیں بار بار چانس دیا کہ تم اپنی جگہ بنا سکو۔افسوس سعد! تم ایک بار بھی پورے نہیں اترے!"اب کی بار وہ ٹھہر نہ سکی' بول پڑی۔

"میرا اس سے مقابلہ بھی ہے کوئی بھلا؟؟"وہ چیخ اٹھا۔"میری منگیتر ہو تم! اس کی کچھ نہیں لگتی۔"

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں تمہارا کوئی مقابلہ نہیں ہے اس سے پھر بھی تم بار بار ایک ترازو میں ان کو اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ پچھلے ایک گھنٹے سے میں تمہارا یہ ٹاکسک لہجہ برداشت کر رہی ہوں۔۔اور کیا کیا ہے تم نے میرے لیے سعد؟ مجھے میرے حق کی دکانیں تک تو نہ دلوا سکے۔۔"دل پہلے ہی بھرا ہوا تھا۔آنکھوں میں آنسو آ گئے۔"منگنی کے ساتھ ساتھ اس وعدے کو بھی دو سال ہو گئے۔"

"پیسوں کی کتنی چاہ ہے نا تمہیں کہ ہمارے رشتے میں بھی فائدہ نظر آیا۔اسی لیے کی تھی نا تم نے مجھ سے منگنی کہ پیسہ مل سکے؟"وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کہ یہ وہی سعد تھا جو اسے کسی وقت ایک اچھا دوست لگا کرتا تھا۔"ہمارا رشتہ کچھ نہیں؟"

"یہ رشتہ ایک جھوٹ کی بنیاد پر بنا ہے سعد۔۔تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تم میری دکانوں کے حوالے سے مدد کرو گے اور میں نے تم سے منگنی کی حامی بھری تھی۔میں منگنی کرنا بھی نہیں

چاہتی تھی ناسعد۔۔ تم تو جانتے تھے۔ مجھے افسوس ہے تم نے میری بات کا مان نہیں رکھا بلکہ وجیح کے سامنے بھی اپنے باتوں سے مجھے رسوا کیا۔" اسے وہ لمحہ یاد آیا تو چہرہ سرخ ہو گیا۔" میں یہ رشتہ نہیں نبھا سکتی۔" وہ زار و قطار رو پڑی۔ گاڑی یکدم ہی رکی تھی اور سعد نے سائڈ پر لگائی تھی۔

"رشتہ نہیں نبھا سکتی کیونکہ تمہارا پرانا عاشق آ گیا ہے؟" جملے کا وزن خاصا بھاری تھا۔ وہ کتنی نفاست سے اس کے دل کے ہر حصے کو زخمی کر رہا تھا۔" یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم اس گھٹیا آدمی کو پسند کرتی تھی' صرف میں نے تم سے منگنی کی زمل!" بات جانے کہاں سے کہاں جا رہی تھی۔

"اور تم مجھے ٹھکراؤ گی؟ نہیں ٹھکرا سکتی! تم عورت ہو اور تمہارا فیصلہ صرف میرے ہاتھ میں ہے۔ میں چھوڑنا چاہوں گا تو تمہیں جانے کی اجازت ہے! کون ختم کروائے گا یہ رشتہ؟ وہ بڈھا؟" اس نے ابی کے لیے نامناسب الفاظ استعمال کیے تو زمل دوہری تکلیف سے گزری۔

"مر جائے گا وہ بڈھا جب اسے پتا چلے گا کہ اس پوتی کا منگنی کے رشتے میں ہوتے ہوئے نوا سے سے چکر ہے۔" وہ استہزائیہ ہنسا۔" میرے باپ کے قدموں میں بیٹھ جائے گا تمہارا ابی شرمندگی سے معافی مانگے گا۔ وہ تو ویسے ہی مر جائے گا۔ مرتا دیکھنا چاہتی ہو تم؟ تمہیں میرے گھر آنا ہے زمل! اور یہ فیصلہ اٹل ہے۔ میں اگلے ہفتے ہی ابا کو نکاح کی بات کرنے بھیج رہا ہوں۔

کوئی حرکت کر کے بات خراب کرنے کی کوشش کی تو پرانے سارے راز کھول دوں گا۔"وہ برس رہا تھا اور یہ روپ پہلے ہر روپ سے مختلف اور بھیانک تھا۔ زمل کو اس قدر کراہیت محسوس ہوئی کہ ایک گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھنا بھی ناممکن لگنے لگا۔ چہرہ آنسوؤں سے بھر گیا تھا۔ وہ چاہ کر بھی کافی کچھ نہ کہہ پائی۔ ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ اسے زندگی میں پہلی بار اپنے کسی فیصلے پر اس قدر ندامت ہوئی۔ سیٹ بیلٹ نکالتے ہوئے وہ باہر نکلنے لگی۔"کہاں جاؤ گی علاقہ سنسان ہے!"لہجہ وہی کڑوا اور بلند آواز۔ یہ شور شرابہ زمل کو کبھی اچھا نہیں لگا۔ اس کا ہمیشہ سے دم گھٹتا تھا۔ وہ اپنا بیگ تھامتی باہر نکل گئی اور خود چلنے لگی۔ سعد نے ایک بار بھی اسے روکا نہیں تھا۔ وہ گاڑن زن سے بھگاتا ہوا غائب ہو گیا۔ وہ باقاعدہ آواز سے روتی ہوئی اپنی ہچکیاں روکنے کی بمشکل کوشش کر رہی تھی۔ پانچ منٹ بعد اسے احساس ہوا کہ یہ علاقہ اس کی جان پہچان کا نہیں تھا۔ غازی اور شاہ ویز کو بلانے کا مطلب تھا کہ انہیں گزرا ہوا حال سنانا جو وہ نہیں چاہتی تھی۔ اس سب کے بعد وہ وجیح کو بھی نہیں بلانا چاہتی تھی۔ اسے اپنا کردار داغدار محسوس ہونے لگا۔ سعد کے وہ الفاظ اس کی روح تک کو چھلنی کر گئے۔ زندگی کے اس حصے میں اب اسے کوئی نہیں چاہیے تھا۔ نہ سعد۔۔ نہ وجیح! اس نے آنسو پونچھے اور دور چلتی ہوئی ایک رکشے کی طرف گئی۔ گھر کا راستہ سمجھا کر وہ رکشے میں ہی گھر پہنچی تھی۔ جانے رکشہ کس کس سڑک سے گزرا تھا مگر اسے

اس بات کا خوب اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ گھر سے خاصا دور تھی اس بات سے بے خبر کہ اپنے گاڑی میں بیٹھا وجیح اسے دیکھ چکا تھا۔ گھر پہنچتے ہی اس نے سیدھا کمرے کا رخ کیا تھا۔ شام کے چھ بج رہے تھے جب وہ گھر میں داخل ہوئی تھی۔ بنا وقت گزارے بھی اسے معلوم تھا کہ آج کی رات بہت بھاری ثابت ہونے والی تھی۔

"کیسا دن گزرا؟" زمل کی پشت رباب کی جانب تھی۔

"بہت اچھا۔" وہ اپنی ائیر رنگز اتارتی ہوئی زینے چڑھتے ہوئے اوپر چلی گئی۔ رباب کو اس کی آواز میں نمی واضح محسوس ہوئی۔ وہ چائے کا گھونٹ بھرتی ہوئی اسے فکر سے دیکھنے لگی۔

---☆☆☆---

رات کے اس پہر وہ گھر میں گھسا تھا۔ یہ گھر وہ چھوٹا سا اسپاٹ نہیں تھا جو اس نے کسی جنگل کے کنارے بنایا تھا۔ یہ گھر ایک بڑا گھر تھا جو اس کی کمپنی کی کامیابی سے بنا تھا۔ وہ سوچنے لگا ڈھائی تین سال پہلے حالات کتنے مختلف تھے۔ ہر چند روز بعد ایک کال سے اس کی اسکرین چمکا کرتی تھی اور اسے دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ اس کی کمپنی کی کامیابیوں میں حائل ہو کر اس کو برباد کرنے کی پلاننگ کی جاتی تھی۔ ماں کی موت کے بعد یہ سب ختم ہو گیا۔ اس کا باپ آج بھی اتنا ہی ڈامنٹ تھا۔ ٹی وی اسکرینز پر راج کرتا تھا اور لوگوں کو بے وقوف بناتا تھا۔ آج تک اپنی بیوی کی موت کے

ناولز کلب
Club of Quality Content

دکھ کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کی ہمدردیاں اور ووٹ سمیٹتا تھا۔ اسے خط یاد آیا جس کا ذکر زمل نے کیا تھا۔ جانے کیوں وہ خط کے ذکر پر اس خیال کو بھی رد کرنے لگا۔ وہ دور کیوں بھاگ رہا تھا؟ اس کی ماں کا خط، اس کی ماں کی لکھائی، اس کی ماں کی خوشبو۔۔ اس کا دل ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار ہوا۔ وہ اس سب سے بھاگ رہا تھا۔ جانے کیا ہوگا اس خط میں۔۔ جانے اس کے زخم، اس کے پچھتاووں کو لیے یہ آگ میں لکڑی نہ ثابت ہو جائے۔ اسے ماں کے الفاظ پڑھنے سے خوف آرہا تھا مگر یہ خوف اس کی زبان پر واضح نہیں تھا۔ کیا وہ کمزور تھا؟ اتنا کمزور کہ اسے ایک خط ڈرا رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر راکنگ چیئر پر ڈھیر ہو گیا۔ آنکھیں چھت کو گھور رہی تھیں۔ اسے خط یاد آیا تو خط کا ذکر کرنے والی بھی یاد آگئی۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے وہ منظر یاد کرنے لگا جب وہ سعد کے بے حد نزدیک کھڑی تھی۔ وہ دکھی تھا؟ کیا اسے تکلیف تھی؟ اگر ہاں تو کیوں تھی یہ تکلیف۔۔ یہ دکھ اس کا جینا محال کیوں کر رہا تھا؟ وہ بھی تو یہی چاہتا تھا کہ زمل کسی ایسے کو اپنائے جو اس کو وہ سب دے سکے جو وجیح کبھی نہیں دے سکتا۔ وہ بھی تو یہی چاہتا تھا کہ زمل اسے ہر جگہ کھوجنا بند کر دے۔ کیا یہ کھوج رک گئی تھی؟ کیا یہ کھوج واقعی رک گئی تھی؟ وجیح کا دل بند سا ہوا۔ تو کیا وہ اسے اب کبھی نہیں ڈھونڈے گی؟ کیا وہ اسے کبھی پا ہی نہیں سکے گا؟ کیا وہ نہ ہو کر بھی اس کی اب نہیں رہے گی؟ اپنی ہی باتیں اور خیالات اس کے مخالف ہو رہے تھے۔ قریب نہیں کرتا تھا

تو دور بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔اسے زندگی میں پہلی بار احساس ہوا کہ وہ سب ایک جھوٹ تھا جو وہ خود دلاسے دینے کے لیے کرتا تھا۔وہ ساری باتیں جو اس نے آج تک سوچیں یا مراد اور شاہ ویز سے کہیں۔۔ہاں وہ زمل اعوان کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔۔یکدم ہی ایک سوچ اس کی خیال پر حاوی ہوئی۔کیا وہ اسے اپنے ساتھ رکھنا، نزدیک دیکھنا افورڈ کر سکتا تھا؟اس زندگی اور خطرناک خیالوں کے ساتھ کیا وہ واقعی اسے وہ سب دے سکتا تھا جو وہ ڈیزرو کرتی تھی۔اپنے دل کا خیال رکھنے کے لیے وہ اس کا دل خراب نہیں کر سکتا تھا۔مل گیا تھا اسے سعد۔۔سارے برے خواب پورے ہو گئے تھے۔اب وہ شاید اسے کبھی اس حق نہیں دیکھ پائے گا جیسے وہ دیکھا کرتا تھا۔اب مشکل دنوں میں وہ سعد کو پکارے گی کیونکہ وجیح تو بے مروت تھا۔اسے وفا اور دوستی کا پاس بھی کہاں رکھنا آتا تھا۔کم ہمت، گناہ گار۔۔جس کے سر پر ماں کو نہ بچانے کا پچھتاوا ہو وہ کیا ہی کسی اور کو بچ پائے گا۔یہ غم آج کا بڑا غم ثابت ہوا۔اس سب کے باوجود اسے وہ منظر نہیں بھولا تھا جو اس کی آنکھوں نے آج اس تپتی دھوپ میں دیکھا تھا۔نم آنکھیں، اترا چہرہ اس کا دل اپنی مٹھی میں دبوچ گئیں۔وہ اس گرمی میں سعد کی گاڑی میں ہونے کے بجائے رکشے میں کیوں سفر کر رہی تھی۔۔یہ سوال اس کے دماغ میں لاتعداد خدشے لے آیا۔وہ آنکھیں موند کر اب ان آنکھوں کو چند پل سکون دینا چاہتا تھا۔جانے اب اور کیا کیا دیکھنا باقی تھا۔

---☆☆☆---

وہ رات دس بجے گھر میں داخل ہوا تھا جب کھانے کی میز پر بیٹھے ماموں اور ممانی نے اسے تنہا دیکھا۔

"تم تو کہہ رہے تھے آج لنچ زمل کے ہمراہ باہر کرو گے اور واپسی میں اسے ملوانے بھی لے آؤ گے۔ کیوں نہیں آئی وہ؟" ماموں نے لقمہ لیتے ہوئے پوچھا۔ بیٹے کو دیکھ کر لگتا نہیں تھا کہ ملاقات خوشگوار رہی ہو گی۔

"لو گھر چمکایا تو اس مہارانی کے لیے۔۔ اب میری محنت پانی میں گئی۔"

"بھاڑ میں گیا لنچ اور بھاڑ میں گئی وہ۔۔ آگیا اس کا عاشق جانے دو سال بعد کہاں سے لوٹا ہے۔" وہ زور سے بڑبڑاتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب؟ وجیح آگیا؟" ماموں حیران ہوئے۔

"ہاں تو اور کیا۔ محبت لوٹ آئی ہو گی دوبارہ اس کے ساتھ بیٹھی تھی جب میں گیا۔ میں بتا رہا ہوں ابو مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا۔ یہ تو آپ کے لیے منگنی رچائی ہے اور اب شادی کا بوجھ سنبھالوں گا مگر وہ عورت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی اور وہ گھٹیا کمینہ وجیح بھی نہیں۔۔ یہ دکانوں کا چکر میرے دماغ کی نسیں پھاڑ دے گا۔ منہ پر ماریں اس عورت کو سارے کاغذات اور

بوجھ کم کریں۔ان پیسوں کی وجہ سے ساری زندگی اس عورت کو گلے لگانا پڑے گا۔" وہ ایک جانب تھوکتا ہوا حقارت سے بولا۔

"دکانیں چلی گئیں تو کون لائے گا پیسہ گھر میں؟ کتنا ہی کما لیتا ہے بیٹے تو؟ یہ ساری عیاشیاں اور مزے اس دن ختم ہو جائیں گے جس دن دکانیں ہاتھ سے نکلیں۔اور سوچ تو کتنا مال لائے گی وہ۔۔اعوان ہاؤس میں اس کا کتنا بڑا حصہ ہے۔۔تو سب چیزوں سے ہاتھ دھونا چاہتا ہے؟ تھوڑے دن رک جا بس جب تک نکاح یا شادی نہیں ہو جاتی۔پھر کرنا جو کرنا ہے۔۔ابھی منگنی ہے صرف اور منگنی بہت نازک ہوتی ہے بالکل کسی نازک ڈور کی مانند۔۔جگہ پکی کر۔۔"ماموں کے پاس گویا پورا پلان تھا۔"لے کر نہیں گیا اسے لنچ پر؟"

"ذرا سا غصہ کیا تو گاڑی سے اتر کر کھڑی ہو گئی باہر راستے میں۔۔چھوڑ آیا تھا میں وہیں اسے۔۔نخرے برداشت نہیں کر سکتا۔دوستوں میں نکل گیا تھا۔"اسے جیسے کوئی شرمندگی ہی نہیں تھی۔

"تو۔۔تو اسے سڑک پر چھوڑ آیا؟؟"ماموں گویا حیرت سے اچھلے۔"تو اس لڑکی کو تنہا چھوڑ کر گیا تاکہ وہ گھر جا کر بتائے اور تماشہ کرے؟؟"انہیں بیٹے پر غصہ آیا۔

"فکر نہیں کریں کچھ نہیں کہے گی گھر میں وہ۔۔ منہ بند کروا کر بھیجا ہے۔ دھمکیوں کی مار ہے وہ۔" وہ ہنسنے لگا تو ماموں کو تھوڑا شبہ ہوا۔

"تو سچ کہہ رہا ہے نا۔"

"ہاں ابا۔ وہ کچھ نہیں کہے گی۔ بدنام ہو جائے گی ورنہ!" کھانے کی میز پر کھانا نکالتا ہوا وہ بہت عام سے لہجے میں بولا۔ ہاں عورت کے پاس یہی تو تھا۔۔ اپنی عزت اپنا وقار۔۔

---☆☆☆---

یہ رات بہت بھاری ثابت ہوئی۔ زمل کمرے میں بند رہی تھی۔ گزرا ہوا دن اس کے دماغ پر بوجھ تھا۔ سعد کا رویہ، اس کی باتیں اور ویجیح کے سامنے ڈھیروں سبکی اس کا دل اور دن برباد کر گئی تھیں۔ اس رشتے کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے وہ خود کس قدر جھک چکی تھی اسے پہلی بار اندازہ ہوا۔

حذیفہ پچھلے آدھے گھنٹے سے دروازہ بجا رہا تھا۔ اسے اپنے ہوم ورک میں مدد چاہیے تھی۔ یہ بوجھ اس قدر بھاری تھا کہ دنیا کی ہر چیز سے دل اٹھ گیا۔ اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا۔ سعد کی باتوں نے خاصا اثر کیا تھا۔

شاہ ویز اور غازی کافی دیر سے باہر کھڑے تھے۔ مراد تو آج بھی گھر تاخیر سے آنے کے ارادے سے تھا۔ بالآخر شاہ ویز کو زمل کے کمرے کی چابی ملی تھی۔

"اچھا نہیں لگے گا یوں کمرے میں جانا۔ آپ دونوں باہر رہے گا۔" رباب نے اس کے ہاتھ سے چابی لی تھی۔

"وہ مجھے سب بتاتی ہے روبی۔ وہ مجھ سے نہیں چھپائے گی۔" وہ فکر مند تھا۔

"اسے بتانا ہوتا تو وہ کمرہ بند کر کے نہ بیٹھی ہوتی شاہ ویز۔ مجھے اس سے بات کرنے دیں۔ کبھی کبھی ایک عورت ہی عورت کو سمجھ پاتی ہے۔" وہ نرمی سے کہتی خود دروازہ کھولنے لگی۔ غازی اور شاہ ویز پیچھے ہو گئے۔

"میری ضرورت پڑے تو مجھے بلا لینا۔" شاید سمجھنا ہی بہتر تھا۔ رباب نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر کے منظر پر نگاہ ڈالی تھی۔ وہ فرش پر بیٹھی تھی اور اس کا چہرہ بستر کے کنارے پر ٹکا ہوا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور شاید وہ غنودگی میں تھی۔ رباب نے اپنے پیچھے کمرہ لاک کیا۔ کمرے کا حال بھی کافی بکھرا ہوا تھا۔ بستر کی چادر بکھری ہوئی تھی۔ اس کی وہ جیولری جو وہ پہن کر سعد کے ساتھ گئی تھی فرش اور میز پر بکھری ہوئی تھی۔ چوڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ واضح محسوس ہوتا تھا کہ وہ جیولری اتارتے ہوئے اپنے سینسز میں نہیں تھی۔ اس نے وقت دیکھا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے اور وہ اب بھی اپنے دن والے فینسی کپڑوں میں ملبوس تھی۔

"زمل۔"اس نے پیار سے پکارا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ رباب چلتی ہوئی اس طرف بیڈ پر بیٹھ گئی جہاں زمل نے اپنا سر جھکا ہوا تھا۔اس نے پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ تھوڑی دیر بعد وہ غنودگی سے ہوش میں آئی تھی۔ زمل نے سر اٹھا کر دھیرے سے رباب کو چندھیائی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ رباب کو اس کا چہرہ دیکھ کر تکلیف ہوئی۔ کاجل پورا چہرے پر پھیلا ہوا تھا۔ لپ اسٹک بھی اب صرف ہونٹوں تک محدود نہیں تھی۔ وہ رو رو کر اپنی آنکھوں کو اس حد سوجا چکی تھی کہ آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

"اتنا برا حال بنالیا؟اتنا مشکل تھا اپنا دکھ شئیر کرنا کہ اس سے بہتر تمہیں خود کو اس طرح تکلیف دینا اچھا لگا؟"آواز میں نرمی تھی۔۔ محبت تھی۔۔ جیسے شکوہ بھی ہو۔

"مجھ سے۔۔"وہ خشک ہونٹوں سے الفاظ ادا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔"مجھ سے نہیں ہو رہا۔"آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ رباب کو اس پر بے جا پیار آیا۔

"تو چھوڑ دو جب نہیں ہو رہا۔۔"اس کے چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسے ایسے سمجھانے لگی جیسے کسی بچے کو سمجھاتے ہیں۔

"نہیں چھوڑ سکتی۔۔"آواز بھرا گئی۔"یہ دلدل ہے۔میں پھنس چکی ہوں۔"

"کیا ہوا ہے زمل۔۔ مجھے سب بتاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ شاہ ویز کو بھی نہیں۔" وہ نیچے اس کے پاس فرش پر ہی بیٹھ گئی۔

"نہیں۔۔ کسی کو مت بتانا۔۔ پلیز۔۔ شاہ ویز کو بالکل بھی نہیں۔ وہ جذباتی ہو جائے گا اور پھر بات خراب ہو جائے گی۔ میں رسوا ہو جاؤں گی۔ وہ آدمی مجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گا رباب اور پھر شاہ ویز، غازی یا مراد چاچو کچھ بھی نہیں کر پائیں گے۔" وہ گویا کانپ اٹھی۔ خوف سے اس کا لہجہ کپکپا رہا تھا اور وہ بار بار آنکھیں جھپک رہی تھی۔

"کون کرے گا تمہیں رسوا؟ بتاؤ مجھے۔۔ میں وعدہ کرتی ہوں یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان رہے گی۔" اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس نے یقین دلایا۔ "تمہیں کون تنگ کر رہا ہے؟ جب سے وجیح بھائی آئے ہیں تم کافی ڈسٹرب ہو۔ کیوں؟ کیا کہا ہے انہوں نے؟" وہ ابھی کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

"سعد۔۔ سعد مجھے بدنام کر دے گا۔ وہ میرا نام وجیح کے ساتھ جوڑ کر ابی کو مجھ سے بدظن کر دے گا رباب۔۔" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔ "وہ میرا نام وجیح کے ساتھ ملا کر مجھے ہر جگہ رسوا کرے گا۔ وہ الزام لگاتا ہے رباب۔۔ وہ مجھے کٹہرے میں کھڑا کرتا ہے۔ میں اس شرم سے مر جاؤں گی جو میرے کردار کو داغدار کر رہی ہے۔ ابی مر جائیں گے رباب۔۔ مراد چاچو کبھی مجھ

سے نظریں نہیں ملائیں گے۔ میں۔۔ میں کیسے کسی سے نظریں ملاؤں گی۔" رباب کو خاموشی نے گھیر لیا۔

"ایسا سعد نے کہا؟"

"ہاں وہ کہتا ہے کہ مجھے اس سے شادی کرنی ہی پڑے گی۔ میں اپنا فیصلہ نہیں کر سکوں گی۔ وہ ابی کو مار دے گا۔"

"سعد کس قدر گھٹیا آدمی واقع ہوا ہے۔" وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ "تم یہ سب ایسے ہی سہتی رہو گی؟"

"اس نے مجھ سے ایک وعدہ توڑ کر پھر سے وعدہ کیا ہے کہ وہ شادی کے بعد مجھے میری دکانیں لوٹا دے گا مگر میں باخبر ہوں وہ ایسا نہیں کرے گا۔ کاش میں یہ معاملہ کسی اور طریقے سے سنبھالنے کا ظرف رکھتی تو اس سے منگنی کبھی نہ کرتی۔" چہرہ گھٹنوں میں دیے وہ سسکنے لگی۔ "میرے سارے راستے بند ہو گئے۔ مجھے نہیں معلوم۔ میں وجیح کی مدد لے کر دنیا کو یہ ثابت کروں کہ سعد کا لگایا ہر الزام درست تھا؟ میں انہیں یہ کیسے کہوں گی کہ سعد ان کا نام میرے نام سے ملا کر گندا کرتا ہے۔۔ میں یہ بات بتاؤں گی تو شرم سے مر جاؤں گی۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ رباب کو یکدم ہی سعد سے نفرت محسوس ہوئی۔

"کیا کرو گی اب ؟"

"میں یہ رشتہ نبھالوں گی۔ میں ابی کی کڑی نگاہیں برداشت نہیں کر سکتی۔" اس نے سر جھکالیا۔

"تم ایسے شخص کے ساتھ رہو گی جو تمہیں مینٹلی، ایموشنلی اور فزیکلی کنٹرول کرنا چاہتا ہے ؟"

رباب نے اسے دونوں بازوؤں سے تھاما۔ "مزید کیا چاہتا ہے وہ؟"

"وہ چاہتا ہے کہ ۔۔" زبان لڑکھڑانے لگی۔ "وہ چاہتا ہے کہ مجھے چار دیواری میں بند رکھ کر میرے ہر وہ رشتے ناتے ختم کروادے جو اس کے لیے تھریٹ ہیں۔" آنسو بہتے چلے جا رہے تھے۔ "میں مر جاؤں گی رباب۔۔ ہر لمحہ وہ مجھے انسکیور کرتا ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ مجھے بدکرداری کے گناہ میں رکھنا صرف اس کی ایک خامی نہیں ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔۔ میں سب جانتی ہوں۔ یہ دو سال میرے سامنے ہی ہیں زمل۔ میں نے سب دیکھ کر محسوس کیا ہے۔ تمہارے چہرے پر رشتے کا بوجھ واضح نظر آتا رہا ہے۔" منٹوں کی خاموشی درمیان میں چھا گئی۔

"تم وعدہ کرو تم میری ہمراز رہو گی۔" اس نے جھٹ سے رباب کا ہاتھ تھاما۔

"میں وعدہ کرتی ہوں زمل۔۔ تم فکر نہیں کرو۔ اللہ ناانصاف نہیں ہے۔ وہ تمہارے حق میں بہترین فیصلہ لے گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ چاہ کر بھی یہ معاملہ شاہ ویز کو نہیں سونپ سکتی

تھی۔اسے زمل کی بات کا خیال رکھنا تھا۔اسے گلے سے لگاتے ہوئے وہ کافی دیر تک اسے پر سکون کرتی رہی۔"اتنی پیاری ہو ایسے رو کر کاجل پھیلاتی اچھی تھوڑی لگتی ہو۔"محبت سے کہتے ہوئے اس نے زمل کے آنسو صاف کیے۔وہ اسے اچھے دنوں کی امید دلا رہی تھی۔

---☆☆☆---

ایک ہفتہ مزید بیت گیا۔اس عرصے میں اس کی ایک بار بھی سعد سے بات نہیں ہوئی تھی۔اس کے میسجز وقتاً فوقتاً موصول ہوتے رہے تھے جس میں وہ اپنی غلطی پر معذرت خواہ تھا مگر زمل نے ایک بار بھی اس کے میسجز نہیں کھولے۔آج بہت دنوں بعد وہ تیار ہوئی اور آنکھوں میں کاجل لگایا۔بال کھولے اور اور پیچھے ایک کیچر لگا دیا۔اعوان ہاؤس کے تمام جوان لوگ ڈنر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔یہ پلان شاہ ویز نے زمل کی وجہ سے بنایا تھا۔غازی آفس سے سیدھا ریستوران آیا تھا۔آج رباب بھی خاصا تیار ہوئی تھی۔یہ رباب کی فیملی کے ساتھ پہلی آؤٹنگ تھی۔آٹھ بجے کے قریب شاہ ویز نے کھانا آرڈر کیا تھا۔

"وجیح کو بھی انوائٹ کیا تھا۔اصولاً تو اسے آنا چاہیے کیونکہ وہ بھی ہمارا ہی حصہ ہے لیکن اس نے منع کر دیا تھا۔"شاہ ویز یونہی انفارم کیا۔

'وہ کبھی نہیں آئیں گے' زمل نے دل میں سوچا تھا۔ بھلا وہ کیوں آتا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اسی دم سامنے دیکھا تھا جب اس کی نگاہ دور سے آتے وجیح پر پڑی۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اسے حیرانی ہوئی۔

"ارے وجیح آ گیا!" غازی اٹھ کر ملا تھا۔ شاہ ویز بھی گرم جوشی سے ہاتھ ملانے اس کے پاس بڑھا۔ رباب نے زمل کی آنکھوں میں ایک چمک دیکھی تھی۔ شاہ ویز سے گلے ملتے ہوئے وجیح نے یک ٹک کئی بار زمل کو دیکھا تھا جو گلابی رنگ کے سوٹ میں نکھری نکھری بیٹھی سادگی میں خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے برابر چیئر خالی تھی وہ اجازت لیے بغیر ہی بیٹھ گیا۔

"تم نے تو فوراً ہی منع کر دیا تھا۔ ہمیں لگا تم نہیں آؤ گے۔" غازی نے شکوہ کیا۔

"ہاں بس میں نے سوچا تھوڑا وقت نکال لینا چاہیے۔" وہ ذرا سا مسکرایا اور زمل پر نگاہ ڈالی۔

"آپ کیسی ہیں؟" یہ 'آپ' زمل کو بہت فارمل لگا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اسے محسوس ہوا جیسے پرانے دن واپس لوٹ آئے ہوں۔ وہ ایک بار کسی فیملی ڈنر کی وجہ سے اکٹھا ہوئے ہوں اور وہ وجیح کی توجہ کی طلب گار ہو۔ اس نے یکدم ہی خود کو سمجھایا کہ وہ اب سعد کی منگیتر ہے۔۔ اب بات پرانی جیسی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ باتوں کا دور چلا

پھر کھانا لگ گیا۔اس سب کے دوران وجیح کی زمل سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی جب سب سمٹنے لگا تو وجیح نے خود نیاز کر چھیڑا۔

"کافی پینے چلتے ہیں۔" یہ آفر سب کے لیے تھی۔

"ہاں پلیز۔۔میرا ابھی بہت دل چاہ رہا ہے۔" رباب نے فوراً جواب دیا۔

"کہاں ؟ان کی مینیو میں کافی نہیں ہے۔ ہمیں جگہ بدلنی پڑے گی۔" یہ آئیڈیا واقعی اچھا تھا۔

"سامنے ایک کافی بار ہے۔میں جانتا ہوں۔۔پیدل کا راستہ ہے۔" وجیح نے سب کو راضی کر لیا تھا۔زمل نے اس تمام وقت میں پہلی بار نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ زمل کی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کر سکتا تھا۔ بھلا وجیح کیوں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا۔بل پے کر کے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔غازی اور شاہ ویز کوئی بات کرتے ہوئے آگے چل رہے تھے جبکہ ان دونوں کے پیچھے آ رہی تھی۔زمل بھی رباب کے ساتھ چلنے آگے بڑھ تھی جب وجیح بالکل اس کے ساتھ چلنے لگا۔ اس نے یہ حرکت واضح نوٹس کی تھی۔

"کیسی ہو؟" ایک بار پھر وہی سوال پوچھا گیا۔

"بتایا تو تھا ٹھیک ہوں۔" وہ خاموش خاموش سی لگی۔دھیمی سے لہجے میں کہہ کر وہ سینے پر ہاتھ باندھی ہوئی تاکہ شال سنبھلی رہے۔"آپ کیسے ہیں؟"

"مجھے وہ خط چاہیے زمل۔۔ میں نے بہت ہمت جمع کی ہے۔ مجھے اماں کا وہ خط چاہیے۔" وہ اس کا جواب دیے بغیر اہم مدعے پر آیا۔ زمل نے تیزی سے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ اسے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"میں پہلے ہی پھوپھو سے کیا ایک وعدہ توڑ چکی ہوں۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں کبھی ان کا راز ان کے بیٹے کو نہیں بتاؤں گی۔" وہ گم صم لہجے میں بولی۔

"مگر تم نے بتا دی۔" اس کی گھمبیر آواز ابھری۔

"ہاں۔۔ وہ تکلیف بہت زیادہ تھی ویجے۔ اتنی زیادہ کہ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ میں آپ کو لاعلم نہیں رکھ سکی۔" اسے دکھ تھا مگر یہ دکھ اپنی تکلیف کم کرنے سے تھوڑا کم تھا۔

"میں نہیں جانتا تمہاری تکلیف کتنی بھاری ہے زمل۔۔ مگر میں نے پورا ایک ہفتہ اپنے خوف کو قابو کیا ہے۔ میں آج پوری ہمت سے تمہارے سامنے کھڑا اپنی ماں کے خط کا طلب گار ہوں۔ جو الفاظ مجھے اس تکلیف کے مزید قریب لے جاتے ہیں میں وہ راستہ خود چننا چاہتا ہوں۔ مجھے اماں کا وہ خط دے دو۔ مجھے محروم مت رکھنا۔" وہ کافی بار آ چکے تھے۔ یہاں ہر میز کے ساتھ تین کرسیاں تھیں۔ رباب، شاہ ویز اور غازی ایک میز کو کور چکے تھے البتہ زمل اور ویجے دوسری میز پر تھے۔ زمل کو وہ الفاظ یاد آئے جو پھوپھو نے اس خط میں ویجے کے حوالے سے زمل کو تاکید کرنے

کے لیے لکھے تھے۔اس کے لوٹ آنے پر اسے سمیٹ لینے کی خواہش کی تھی۔وہ اگر خط پڑھتا تو ہر لفظ پڑھتا۔

"وجیح۔۔"اس نے کچھ کہنا چاہا۔

"تھک چکا ہے وجیح۔۔"بیک وقت خاموش چھا گئی۔یہ جملہ اس کے منہ سے پہلی بار نکلا تھا۔آج سے قبل کبھی اپنی تھکاوٹ ظاہر کی تھی۔زمل خاموش رہی۔"میں تھک چکا ہوں زمل۔تمہارا دوست۔۔جسے تم ہر بار معاف کر دیتی تھی،ہر بار اپنی غلطیاں سدھارنے کا موقع دیتی تھی،جسے تم ہمیشہ کسی قابل سمجھتی تھی۔۔وہ تھک چکا ہے۔یہ دلدل ہے اور میں کہیں اندر دھنسا ہوں۔میری اذیت مت بڑھاؤ۔تمہیں معلوم ہے ماں کے مرنے سے زیادہ اذیت ناک کیا ہے زمل؟ اس کا اپنے بیٹے کو یاد کرتے ہوئے اپنے شوہر کے ہاتھوں مر جانا۔طبعی موت مجھے کبھی اتنی تکلیف نہ دیتی لیکن میں روز اس تکلیف سے مرتا ہوں کہ آخری وقتوں میں میری اماں اپنے شوہر کے پاس تھیں جس نے ہمیشہ میری ماں کو اذیت دی۔"اسے پہلی بار وہ اتنا کمزور لگا۔پہلی بار محسوس ہوا کہ اسے سہارے کی ضرورت ہے۔وہ خاموش آنسو بہاتی رہی۔وہ پھوپھو کو وعدہ نہ نبھا پائی۔ وہ پلٹے وجیح کو حق سے اپنے پاس نہ رکھ سکی۔

"آپ کل گھر آ جائے گا۔ میں آپ کو وہ امانت دے دوں گی۔" اس نے ٹشو پیپر سے وہ آنسو صاف کیے۔ کافی کا کپ ویٹر نے اس کے سامنے رکھا تھا۔ دس منٹ کی خاموشی درمیان میں پھیل گئی۔ وہ کافی کا گھونٹ بھرنے لگا۔ اب اسے سمجھ آیا وہ صبح انکار کر کے عین وقت پر کیسے ڈنر میں شامل ہوا تھا۔ وہ یقیناً ایک فیصلہ ساتھ لایا تھا۔ شاہ ویز نے جان کر انہیں تنگ نہیں کیا۔ وہ جانتا تھا آج کل ان کے درمیان کیسی گفتگو ہوتی تھی۔

"آئم سوری۔ مجھے پتا ہے تمہیں میرا اس دن یونہی اٹھ کر چلے جانا اچھا نہیں لگا ہو گا۔ مجھے تمہیں کانگریٹس کہنا چاہیے تھا۔" وہ بمشکل مسکرایا۔ زمل نے اسے دیکھا اور کافی کو تکنے لگی۔

"کوئی بات نہیں۔" وہ خود ہی شرمندہ ہونے لگی۔ اس کا ساتھ بیٹھے رہنا ہی شاید سب سے بڑی سکون کی وجہ تھی۔ وہ کبھی اسے انکفرٹیبل نہیں کرتا تھا۔

"تم خوش ہو؟" سوال یکدم تھا۔ وہ جھلا سی گئی۔ یہ سوال اسے کبھی اچھا نہیں لگا۔

"آپ خوش ہیں؟" اسے سوال پر سوال کیا۔

"کس سے؟ تمہاری منگنی سے؟" وہ الجھ سا گیا۔

"شاید۔۔" دھیمی سی آواز ابھری۔

"اگر تم خوش ہو۔۔ سعد تمہارا خیال رکھ سکتا ہے۔" ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ "وہ تمہیں شاید تکلیف نہیں دے گا۔۔ اور۔۔ اور جب تم اس کے ساتھ سڈنی میں ہو گی تو وہ تمہیں کبھی نہیں ڈانٹے گا۔" وہ اس کی بات پر ہلکا سا ہنسی۔ یہ ہنسی اس لیے تھی کیونکہ یہ مذاق ہی تو تھا۔ سعد اور اس کی طرف سے سب کو امیدیں۔۔ صرف ایک مذاق!

"اور اگر وہ مجھے تکلیف دے۔۔ مجھے ڈانٹے۔۔ عزت نہ کرے۔۔ اور مجھے چھوڑ جائے۔۔ پھر کیا کہیں گے آپ؟" وہ جانتی تھی وہ سعد کو خود سے کمپئیر کرتا ہے۔

"پھر میں تمہارے لیے لڑوں گا۔" وجیح اب بھی مسکرا رہا تھا اس بات سے بے خبر کہ زمل کی کوئی بھی بات مذاق نہیں تھی۔

"مگر آپ بھی تو چھوڑ جاتے ہیں۔ کبھی مہینوں۔۔ کبھی سال سال نہیں یاد رکھتے۔" شکوہ زبان کی نوک پر ہی تھا۔

"تم نے میرا انتظار کیا؟" بھنویں اوپر کو اٹھیں۔

"آپ دوست تھے میرے۔۔" وہ کیا کہتی۔۔ 'ہر دن، ہر لمحہ' وہ دل میں ہی کہہ سکی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے خوشی ہے تم نے میری بات پر عمل کیا۔ میں نے کہا تھا تم کوئی ڈیزروِنگ پارٹنر ڈھونڈ لینا۔۔ جو تم سے ایسی دوستی رکھے کہ تم اس کی مثال دیتی پھرو۔" وہ کیا جاننا چاہتا تھا۔ زمل اس کی نظریں مسلسل خود پر محسوس کر رہی تھی۔ "مگر مجھے کچھ جاننا ہے۔"

"ہوں؟"

"کل ان برستی آنکھوں کے ساتھ سعد کی گاڑی کے بجائے ایک لوکل ٹرانسپورٹ میں کیوں تھی؟" یہ کہتے ہوئے اس کے تاثرات سنجیدہ تھے۔ "تم خوش ہو نا؟" زمل کا چہرہ یکدم ہی سفید ہوا۔

"آپ۔۔ آپ نے کب دیکھا۔۔ میں تو سعد کے ساتھ تھی۔" وہ انکاری ہوئی۔

"وہ تم ہی تھی۔" وہ سو فیصد شیور تھا۔

"نہیں میں نہیں تھی۔۔" اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ وہ جیسے گواہی دینا چاہتی ہو کہ وہ صرف ایک دھوکا تھا۔

"زمل۔۔" وجیح دونوں بازو میز پر رکھتا ہوا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "وہ تم ہی تھی۔ مجھے تمہارے حوالے سے کبھی کوئی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ سمجھ آئی تمہیں؟ کہاں جا رہی

تھی ؟"وہ جیسے اس کی آنکھوں میں اتر گیا ہو۔ تو کیا مطلب وجیح کو پہلے ہی شک تھا؟ وہ ششدر ہو گئی۔ وہ اس سے قبل دوسرے سوالات کر کے اسے باتوں میں پھنسا رہا تھا۔

"وجیح۔۔" وہ ڈر گئی۔ اس کو لگا وہ پھر رو دے گی۔

"میں سن رہا ہوں زمل۔۔ میں یقین کروں گا تم پر۔" وہ جیسے اس کی روح میں اتر گیا ہو۔۔ اس کے دل میں بیٹھا ہو۔ اسے لگا وہ سسک اٹھے گی' اپنا دل کھول بیٹھے گی۔

"کچھ نہیں ہو سکتا اب۔" آواز بیٹھنے لگی۔

"کیا نہیں ہو سکتا؟ کیا ہوا تھا اس دن ؟ تم اکیلی کیوں تھی؟ سعد کہاں تھا؟" اسے جاننے کی بے چینی تھی۔ زمل کو لگا وہ ہر جانب سے پکڑی گئی۔

"آپ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم! جواب دو۔" اس کے لہجے کی تاثیر محسوس کرتے ہوئے زمل کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ سوچنے لگی اگر ایسا تھا تو اس نے خود اپنے پاس کیوں نہ رکھ لیا؟ وہ خود سال دو سال سے کہاں تھا جب اسے سعد کے حوالے کیا جا رہا تھا؟

"وجیح پلیز۔۔" وہ آنسو صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور شاہ ویز کے پاس چلی گئی۔ بات گویا وہیں ختم ہو گئی مگر وجیح کا شک مضبوط کر گئی۔ وہ سب کے حصے کا بل پے کرتا ہوا آخری بار مل کر باہر

نکل گیا کہ اب یہ صرف شک نہیں رہا تھا۔۔اسے یقین ہو گیا تھا کہ سعد وہ آدمی تھا ہی نہیں جس کو وہ آج تک زمل کے لیے پرفیکٹ سمجھتا رہا۔

---☆☆☆---

اگلے ہی دن ماموں نکاح کی بات کرنے آ گئے۔ سعد بھی ساتھ آیا تھا۔ بہت زور دینے پر بالآخر پانچ دن بعد کی تاریخ سادگی سے طے ہو گئی۔ وہ سارا وقت کمرے میں بند اپنی کھڑکی سے باہر گارڈن میں دیکھتی رہی۔ نہ ماموں سے ملنے کا دل تھا اور نہ سعد سے بات کرنے کی آرزو۔ رباب اسے شام کے اسنیکس آفر کرنے آئی تھی جب اسے کھڑکی سے باہر کچھ دیکھتا پا کر کمرے کے اندر ہی چلی آئی۔ اسے عقب سے باہر دیکھنا چاہا۔ جانے وہ کیا اتنے انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ رباب کی آنکھوں نے اسے مایوس نہیں کیا تھا۔ وہ وجیح کو گیٹ سے اندر آکر مراد سے بات کرتا دیکھ رہی تھی۔

"مان کیوں نہیں جاتی کہ تمہیں اگر کوئی بہتر سمجھ سکتا ہے تو وہ وجیح بھائی ہیں۔" زمل عقب سے آواز آنے پر چونکی۔

"تم۔۔ تم کب آئی؟"

"جب تم اتنے اشتیاق سے وجیح بھائی کو دیکھ رہی تھی۔" رباب نے مسکراہٹ دبائی۔

"شرم کرو۔۔نیچے میرے نکاح کی تاریخ طے ہو رہی ہے۔" وہ نظریں چراتی ہوئی اپنے بالوں کی پونی بنانے لگی۔

"میں نے تمہیں کبھی سعد کو مسلسل تکتے ہوئے نہیں دیکھا۔" پاپ کارن کا باؤل اس کے سامنے رکھتے ہوئے وہ ہنستی ہوئی باہر چلی گئی۔ایک تو اس لڑکی کو اپنے دل کا حال سنا کر وہ اب پچھتا رہی تھی۔وہ جانتی تھی وجیح کیوں آیا تھا۔الماری سے وہ خاکی لفافہ نکال کر اس نے ایک آخری نگاہ اس پر دوڑائی تھی اور نیچے بڑھ گئی تھی۔وہ زینے اترتے ہوئے نیچے آرہی تھی جب سعد راستے میں حائل ہوا۔

"کیسی ہو؟" زمل کے ناگوار تاثرات سے اسے دیکھا۔

"سامنے سے ہٹو۔"

"اب کیوں؟چند دنوں بعد میری ہو جاؤ گی پھر مزاحمت کرنے کا بھی حق کھو دو گی۔" وہ ہنس رہا تھا۔سب بڑے ابی کے روم میں تھے اور وہ لاؤنج اس کے راستے کی رکاوٹ بنے کھڑا تھا۔یکدم ہی پیچھے گارڈن کے راستے سے وجیح اندر داخل ہوا تھا۔

Clubb of Quality Content

"تم مجھ پر نازل کر دیے گئے ہو سعد مگر یہ مت بھولنا کہ میں اپنی دکانیں بھول گئی ہوں! اگر نکاح سے قبل مجھے دکانوں کے کاغذات نہیں ملے تو میں نکاح نہیں کروں گی۔" وہ دونوں ہی وجیح کی موجودگی سے لاعلم تھے۔

"میری جان! دکانوں کے کاغذات کا تو پتا نہیں لیکن بیوی تو صرف میری بنو گی!" وہ کمینگی سے ہنس رہا تھا۔

"کیا کرو گے؟" وہ بنا ڈرے بولی۔

"کیا کروں گا؟ واہ اتنا کانفڈینس؟ کہاں سے آیا؟ وجیح نے دیا ہو گا۔ اور کس سے کرو گی شادی؟ اپنے ہوتے سوتے عاشق سے؟ اس کی تو نکاح والے دن شکل دیکھنے والی ہو گی۔" وہ ہنستا ہوا بولتا وجیح کے تن بدن میں آگ لگا گیا۔

"کون سی دکانیں؟" وجیح کی گھمبیر کرخت آواز ابھری۔ وہ کافی ضبط سے بولا تھا۔ سعد گھبرا کر دور ہٹا۔ زمل کے چہرے پر سے ایک سایہ آ کر گزرا تھا مگر اگلے ہی پل وہ خود کو کانفڈنٹ محسوس کر رہی تھی۔

"تم سے مطلب؟ میری منگیتر ہے یہ اور یہ ہمارا معاملہ ہے! تم درمیان میں مت بولو۔" اس نے رعب جمانا چاہا۔

"منگیتر ہے۔۔بیوی نہیں!"اس نے دانت پیستے ہوئے الفاظ پر زور دیا۔"کون سی دکانوں کے کاغذات زمل؟بہتر ہے کہ خود بتادو یا پھر میں مراد سے کہوں۔"اسے دھمکانہ مناسب لگا۔زمل کی سانسیں اٹک گئیں۔

"وہ۔۔"اس نے ایک نظر سعد کا چہرہ دیکھا۔"بابا کی دکانیں۔۔ان کے سارے کاغذات سعد کے گھر والوں کے پاس ہے۔سعد نے وعدہ کیا ہے وہ مجھے نکاح سے قبل دے دیں گے۔"اس نے جان کر یہ بات وجیح کے سامنے رکھی تاکہ سعد اپنے وعدے پر نکاح سے قبل پورا اترے۔

وجیح نے اسے بے حد ناپسندیدگی سے دیکھا۔وجیح چاہ کر بھی وہ جگہ نہ چھوڑ سکا۔اسے زمل کو اس شخص کے ساتھ چھوڑنا غیر محفوظ لگا۔

"میں ابی کے روم میں جارہاہوں۔بہتر ہوگا اگر تم بھی وہیں آجاؤ کیونکہ ابا تمہیں بلا رہے ہیں۔" وہ گھورتا ہوا اندر چلا گیا جبکہ زمل کی جان میں جان آئی۔

"یہ آپ کی امانت۔"اس نے سامنے خاکی لفافہ آگے کیا۔وجیح نے اس دینے والے ہاتھ اور چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"تمہیں واقعی لگتا ہے کہ وہ تمہیں دکانوں کے کاغذات دے گا،زمل؟"جانے کیوں ذہن وہیں اٹکا تھا۔زمل کا آگے بڑھا ہاتھ ڈھیلا ہونے لگا۔

"شاید۔۔"

"وہ نہیں دے گا۔ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ میں تمہیں اپنے الفاظ دیتا ہوں۔ وہ نہیں دے گا کیونکہ اس کا پورا گھر ماموں کی دکانوں سے چلتا ہے۔" تو کیا وہ ساری باتیں سن چکا تھا؟ اگر وہ سن چکا تھا تو کیا اس نے سعد کی آغاز میں کہی باتیں بھی سن لی تھیں؟

"اس نے وعدہ کیا تھا۔" وہ جانتی تھی سعد وعدہ کبھی نہیں نبھا سکتا۔

"میں نے سنا اس نے کیا کہا۔" ویج کا لہجہ سخت ہوا۔ خفت سے زمل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "ان ہیزل آنکھوں میں آنسو اس کی تکلیف میں اضافہ کر گئے۔ وہ اسے کیا کہتی۔۔ وہ بھی تو صرف اپنے مقصد کے لیے آیا کرتا تھا۔ کیا وہ کبھی اسے اپناتا؟ اپنا بناتا؟ ہاتھ تھامتا؟ یکدم ہی ابی کے روم کا دروازہ کھلا تھا اور سب باہر آنے لگے۔ ہنسی مذاق، خوشی اور آگے آنے والے وقت کی پلاننگ۔۔ وہ ماموں کو سلام کرنے آگے بڑھ گئی تو ویج بھی پلٹ گیا۔۔ یہ قصہ شاید ختم ہی تھا۔

اگلے پانچ دنوں کا دورانیہ بھی عجیب کیفیت میں گزرا۔ اسے امید تھی ویج آئے گا۔۔ دوبارہ اس بارے میں بات کرے گا اور شاید اس بار۔۔ شاید۔۔ وہ اسے سب بتا دے گی۔ بچوں کی طرح شکایت کرے گی اور پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ امید! امید ایک دھوکا ثابت ہوئی۔ وہ نہیں آیا۔ وہ دل کی باتیں دل میں ہی سمیٹتی چلی گئی۔ رباب نے کئی بار اسے چھپے الفاظ میں ویج سے بات

کرنے کو کہا تھا۔۔ مگر وہ کیونکر کرتی۔۔اور جانے اس خط کا کیا تھا؟اس نے وہ خط بھی نہیں پڑھا ہو گا۔اس خط میں مائرہ نے جو تاکید کی تھی اس تاکید کو بھی شاید نظر انداز کر دیا ہو گا۔وہ بے صبری سے انتظار کرتی رہی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔تو کیا وہ اس بات پر مہر لگا دے گا کہ ویج خانزادہ کو صرف اس خط سے سروکار تھا؟

جمعہ کا دن تھا۔وہ صبح ہی پارلر چلی گئی تھی۔وہاں سے واپس آنے پر اس نے گھر کو ہلکا پھلکا سجا ہوا پایا تھا۔غازی اس کے لیے لائٹس لگا رہا تھا۔رباب اسے ڈرائیور کے ساتھ گھر لے آئی تھی۔

"یہ ہم نے تمہارے لیے سجایا ہے۔اچھا ہے نا۔"رباب نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے سجی ہوئی دیوار دکھائی۔

"ضرورت نہیں تھی اس کی رباب۔۔"اس کا دل مردہ ہو رہا تھا۔وہ نڈھال ہوتی ہوئی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔

"آج تو کہنا پڑے گا میرے بہن بھائیوں میں سب سے حسین ریحان بھائی کی یہ والی اولاد ہی ہے۔"وہ اپنے باقی بھانجوں کو تنقید کا نشانہ بناتا ہوا بے اختیار زمل کی تعریف کر گیا۔

"تھینک یو چاچو۔"

ناولز کلب
Club of Quality Content

"شادی کر لو مراد اب تو تمہارا داماد بھی آگیا ہے۔" غازی اس کو تنگ کرتا ہوا دوسرے کام کر رہا تھا۔ ابی بار بار اسے پیار کر رہے تھے۔ آہستہ آہستہ باقی سب بھی تیار ہونے کمروں میں چلے گئے اور وہ اکیلی لاؤنج میں بیٹھی رہ گئی۔

اس نے گہری سانس بھر کر اکیلے پن کو محسوس کیا۔ اب صحیح وقت تھا کہ اسے اپنا نصیب قبول کر لینا چاہیے تھا۔ نہیں آیا وجیح۔۔ "وجیح آگیا ہے!" اسے یکدم ہی شاہ ویز کی آواز آئی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وجیح؟؟ وہ آگیا ہے؟ مگر اب کیوں؟ وہ گولڈن کلر کا غرارے میں اپنا ڈوپٹہ پھیلائے صوفے پر بیٹھی تھی جب وجیح وائٹ کرتا شلوار اور گولڈن واسٹ کوٹ میں اندر داخل ہوا۔ لاؤنج خالی تھا۔ زمل نے بھی خود کو اتنے غور سے نہیں دیکھا تھا جتنا وجیح دیکھ رہا تھا۔

"آپ؟" وہ حیران تھی۔۔ ششدر تھی۔۔ پورا ہفتہ غائب رہنے کے بعد یہ شخص آج کے دن اس کی بے بسی کا تماشہ دیکھنے آیا تھا؟

"ہاں میں۔۔ مجھے اختیار نہیں اپنی کزن کے نکاح پر شرکت کرنے کا جو اتنا حیران ہو رہی ہو؟" اسے لگا جیسے اس کا لہجہ سرد ہو۔ وہ خاموش رہی۔ شاید وہ ایسا ہی بولا کرتا تھا۔۔ شاید زمل کو اس کے اس لہجے کی عادت ختم ہو گئی تھی۔ وہ ابی سے ملنے کمرے میں چلا گیا تو زمل بھی زیادہ سوچ

بغیر حذیفہ کی تیاری دیکھنے چلی گئی۔ وہ کیوں آیا تھا؟ وجیح کے لیے کون سا مشکل تھا اپنے سامنے زمل کو کسی اور کے نکاح میں دیکھنا۔۔ محبت یکطرفہ جرم ہوتی ہے جو وہ مجرم کہلائی تھی۔

ایک گھنٹے میں مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ماموں کے کہنے پر نکاح سادگی سے منعقد ہوا تھا۔ جلدی نکاح کی یہ وجہ دی گئی کہ ممانی کی بہن کو چند روز میں ہی امریکہ لوٹنا تھا اور سعد ان کا اکلوتا بھانجا تھا جس کی خوشی میں وہ اپنے جانے سے پہلے شامل ہونا چاہتی تھیں۔ سعد کی خالہ اور ایک پھوپھو اسے خاصا پچکار کر گئی تھیں۔اس کے ہاتھوں میں بار بار پسینہ آ رہا تھا۔ سمجھ ہی نہیں آتا تھا اس کیفیت کو کیا نام دے۔اس نے نیچے جانے سے پہلے سعد کو کال ملائی۔

"ہیلو؟"

"سعد۔۔"اس نے مخاطب کیا۔

"ہاں کہو۔" وہ حیران تھا کہ اس موقع پر زمل نے اسے کیوں کال کی۔زمل کا دل گھبرانے لگا۔ اسے گھبراہٹ سے آنکھوں کے آگے اندھیرہ آ رہا تھا۔

"تم۔۔تم کاغذات لائے ہو نا؟" تھوک نگلتے ہوئے اس نے کچھ خوف سے پوچھا۔

"ارے کیا ہو گیا اس معاملے کو بھی حل کرتے ہیں تم نیچے تو آؤ۔ نکاح شروع ہونے کی تیاری ہو رہی ہے۔" وہ خود ہی کال کاٹ گیا۔زمل کا جی چاہا وہ دکانیں بھی اس کے منہ مار دے اور پیچھا بھی

چھڑوالے۔بے چینی اس قدر بڑھ رہی تھی کہ کسی پل چین نہیں تھا۔اس نے اس لمحے میں مام ڈیڈ کو یاد کیا جو آج کل اس کے حواسوں پر خاصا سوار تھے۔وہ سوچنے لگی اگر ماں باہ حیات ہوتے تو زندگی کتنی مختلف ہوتی۔وہ شاید سڈنی ان کے سنگ لوٹ چکی ہوتی۔وہاں ایک خوشحال زندگی گزارتی۔۔سعد صرف ایک دوست ہی رہتا جو دور سے خاصا ہمدرد نظر آتا تھا۔

"تمہیں بلا رہے ہیں نیچے۔۔"وہ سعد کی بہن تھی جو اوپر اسے لینے آئی تھی۔رباب نے اس کا غرارہ سنبھالا اور آرام سے لاؤنج میں لے آئی۔وجیح ٹھیک کہتا تھا اور اسے خود بھی علم تھا کہ دکانوں والا معاملہ صرف ایک دھوکا تھا۔وہ صوفے پر بیٹھ رہی تھی جب اس کی نگاہ وجیح پر پڑی جو اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔اس کے دیکھنے پر وہ نظریں کتراتا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔مراد؛ وجیح کے ساتھ کھڑا تھا اور کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔دفعتاً شاہ ویز بھی نزدیک آیا اور وجیح نے اس کے کان میں کچھ کہا۔جانے کیا چل رہا تھا۔وہ نظرانداز کرتی اپنی حالت پر غور کرنے لگی۔نکاح نامے کو بھرا جا رہا تھا اور وہ خاموشی سے فرش تک رہی تھی۔

مولوی صاحب نے جیسے ہی آغاز کرنا چاہا اسی دم کسی نے بڑھ کر ٹوکا تھا۔

"ٹھہریے۔۔" وہ وجیح ہی تھا۔۔ وہ وجیح ہی ہو سکتا تھا۔ زمل نے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کی۔

"دکانوں کے کاغذات؟" اس نے سعد کو ایک نظر دیکھا اور دوسری نگاہ ماموں پر ڈالی۔ ماموں کے پیروں تلے زمین نکلی۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" سعد نے دانت پیسے۔

"کیا بکواس؟ ہماری زمل کی دکانوں کے کاغذات؟" وہ 'میری زمل' کہنے سے خود کو بمشکل روک پایا۔ مراد دبی ہنسی ہنسا۔

"کیا ہو گیا بیٹے؟ کون سے کاغذات؟" ابی نے پریشان کن لہجے میں پوچھا۔

"ابی وہ ریحان بھائی کی چند دکانیں تھیں آپ کو یاد ہے؟" مراد نے یاد دلانا چاہا۔

"ہاں ہمیں یاد ہے۔" وہاں کھڑے سب مہمان حیران تھے۔

"وہ سعد کے گھر والوں کے پاس ہیں۔ ریحان ماموں تاکید کی تھی کہ وہ زمل کے حصے میں جائیں گی مگر زمل کے بارہا بار زور دینے پر بھی نہ بھائی صاحب نے کاغذات لوٹائے اور نہ ان کا اکلوتا بیٹا یہ کام کرنے پر کامیاب ہوا۔ پہلے منگنی کے وقت وعدہ کیا تھا کہ لوٹا دیں گے مگر نہیں لوٹائے اور پھر ہماری زمل کو دوبارہ گھیرا کہ نکاح سے قبل لوٹا دیں گے مگر اب بھی نام و نشانات ملتے نہیں ہیں۔" مراد بھی پورا شیر تھا۔ اب ڈی ایس پی ہو کر گھر کا کیس نہ حل کر پاتا تو لعنت!

"کیا یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں؟" ابی نے سخت نگاہیں ماموں پر ڈالیں تو وہ کھسیانے ہوئے۔ زمل شاک کی کیفیت میں گھری رباب کو دیکھنے لگی جس میں اس کا ہی ہاتھ تھا۔ رباب نے سوروی کہتے ہوئے کان کو ہاتھ لگایا۔

"ارے ابی گھر کا معاملہ ہے اب تو یہ اور بچی ویسے بھی گھر ہی تو آئے گی۔ سب اس کا بھی تو ہے۔۔"

"سب اس کا 'ہی' ہے انکل! دکانوں کے کاغذات بھی دیے جائیں گے اور خالی ہاتھ لوٹا جائے گا۔ زمل یہ نکاح نہیں کرے گی!" وجیح مر جاتا مگر یہ نکاح نہ ہونے دیتا۔ زمل کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ میری منگیتر ہے وہ!" سعد بپھرتا ہوا کھڑا ہوا جب سرد تاثرات لیے وجیح نے اس کا گریبان پکڑا۔

"منگیتر کا سرٹیفکیٹ لگا کر گھوم لے مگر کچھ نہیں لگتی ہے زمل تیرے گھر والوں کی!" اس نے ایک زوردار مکا اس کے جبڑے پر دے مارا۔ ماموں شور کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ ایک افراتفری سی پھیل گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا بدتہذیبی ہے یہ وجیح؟" ابی چیخ پڑے۔

"دیکھ لیں ابی آپ! یہ آپ کا نواسا ہماری بیٹی اور سعد کا رشتہ تڑوانہ چاہتا ہے۔۔ نظر ہے اس کی زمل پر!" ماموں باز نہ آئے۔ زمل کا چہرہ یکدم ہی سفید ہوا۔

"چکر تھا دونوں کا! پرانا عاشق لوٹ آیا ہے نا جب ہی تو خاموش بیٹھی ہے سالی!" سعد کی بس ہو گئی۔ وہ اپنی کمینگی پر برابر اتر آیا۔ اعوان ہاؤس کے مردوں کا پارہ ہائی ہونے لگا۔ وجیح چیختا ہوا اس کی جانب آیا تھا اور لگاتار وار کیے تھے۔ ابی کا خفت سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ مراد بھی کم نہیں تھا اسے گریبان سے کھینچتا ہوا سامنے لایا۔

"ابی یہ شدید لالچی لوگ ہیں۔ زمل کو صرف اس لیے بیاہ کر لے جانا چاہتے تھے کیونکہ اس نے دکانوں کا مطالبہ شروع کر دیا تھا۔ میری بات پر یقین کریں میں نے پوری انفارمیشن نکلوائی ہے۔ کوئی نہیں کماتا یہ لڑکا! بس مہینوں مہینوں میں کوئی کام دیکھتا ہے اور سارا گھر زمل کی دکانوں پر چلتا آرہا ہے۔" مراد انکشاف کرتا جارہا تھا اور زمل کی آنکھیں پھٹتی جارہی تھیں۔ لبنیٰ، عابد دونوں سناٹے میں تھے۔

"تو اس دن زمل کو درمیان سڑک پر کیسے چھوڑ کر گیا؟" وجیح نے اس کی ناک پر ایک جڑا تھا۔ وہ صرف چیخ نہیں رہا تھا، غرا رہا تھا۔

"کیوں بہت برا لگا تجھے؟ تو بتائے گا کیسے کی جاتی ہے عورت کی عزت؟ جو اپنی ماں کو دفنانے بھی قبرستان نہیں آیا!" سعد نے شدید کڑوے لہجے میں اس پر طنز کیا تھا اور استہزائیہ ہنسا تھا۔ سب سناٹے میں آ گئے۔ وجیح کا وہ حصہ دکھا تھا جو جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑا گیا۔ وہ اسے بری طرح مارتے ہوئے زمین بوس کر چکا تھا۔ مراد نے اسے روکنا چاہا مگر وہ کسی طور رکنے کو تیار نہیں تھا۔ غازی نے بمشکل مراد کے ساتھ مل کر وجیح کو پیچھے کیا تھا۔

"میں بھی دیکھتا ہوں کون کرتا ہے اس سالی سے شادی! دو سال میرے ساتھ رہی ہے میری استعمال شدہ۔۔" وجیح دوبارہ اس پر جھپٹتا جب شاہ ویز نے اس کا گلا خود دبوچ لیا۔ سعد کے الفاظ ابی سمیت سب کے دلوں کو چھلنی کر گئے۔ ماموں بڑھ کر چھڑوانے لگے۔

"ہمیں معاف کر دو! ہم کاغذات بھی دے دیں گے اور کبھی چہرہ بھی نہ دکھائیں گے۔ ہمیں معاف کر دو!" وہ التجا کر رہے تھے۔ "عابد بھائی آپ تو روکیں۔۔ ابی خدارا بچوں سے کہیں میرے بیٹے کو چھوڑ دیں۔" ممانی نے ماتم شروع کر دیا جب زمل خود اٹھ کر شاہ ویز کی جانب بڑھی۔ اس کی آنکھیں بہہ رہی تھی۔ اس نے شاہ ویز کو دور ہونے کا اشارہ کیا تو اس کا خیال کرتا ہوا پیچھے ہوا۔

"میں تھوکنا بھی نہیں چاہتی تم پر سعد! تم نے میرا ہر سکون چھینا ہے۔" وہ بھرائی آواز میں خفت کے مارے بولی۔ "تم نے کہا تھا تم رسوا کردو گے اور تم نے اپنی پوری کوشش کی۔۔ مگر اب مجھے کسی کی فکر نہیں۔ تم ایک ٹاکسک گھٹیا مرد۔ پلیز انہیں میری نظروں سے دور کر دیں۔۔ مجھے انہیں مزید ایک لمحہ بھی نہیں دیکھنا۔"

"دیکھ لیں ابی کون کرے گا آپ کی پوتی سے اب شادی! میں تو کہتی ہوں میرے بیٹے سے ہی بیاہ دیں! ہم اس سب کے بعد بھی قبول کرلیں گے۔۔" جاتے جاتے بھی ممانی کی لالچ بول رہی تھی۔ ابی کو زمل کی عزت کی پرواہ تھی مگر وہ اتنے بے حس نہیں تھے کہ سعد سے بیاہتے۔

"آپ لوگ زمل کا ننھیال ہیں جب ہی اتنا خیال کررہا ہوں کہ اس سلاخوں کے پیچھے کا آرام نہیں دے رہا۔ براہ کرم دروازہ وہاں ہے۔۔" مراد نے بلند لہجے میں کہا تو گویا معاملہ ہی ختم۔۔ ابی پیچھے صوفے پر ٹیک لگا گئے۔ وہ نڈھال ہورہے تھے۔ یہ سب ان کی قوت برداشت سے کافی اوپر تھا۔ کب اور کس طرح سعد اور اس کے گھر والوں کو نکالا تھا زمل کو کچھ علم نہ ہوا۔ جو خوف اسے کھا رہا تھا وہ ابی کا تھا۔ وہ گم صم خاموش بیٹھے تھے۔

"اب کیا ہوگا۔ میری بیٹی کو بدنام کر گیا وہ بے غیرت آدمی!" انہیں خوف کھانے لگا۔ مراد اور عابد چاچو سمیت سب ابی کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ زمل ہاتھوں میں چہرہ دے گئی۔ ایک بوجھ گھٹا تھا تو دوسری بڑھ گیا تھا۔

"ابی۔۔" وجیح کی آواز ابھری۔ زمل نے نظریں اٹھا کر روتی آنکھوں سے وجیح کو دیکھا۔ یہ سب اتنا اچانک تھا کہ اسے سنبھلنے کا بھی موقع نہ ملا تھا۔ "ابی میں۔۔" کیا تھا کہ زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ وجیح نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایک دن ابی کے سامنے یوں پیش ہو کر یہ بات کہے گا۔ "میں زمل سے نکاح کا خواہشمند ہوں۔" اس کی نظریں زمل کی جانب اٹھی تھیں جو بے یقین آنکھیں پھاڑے اسے تک رہی تھی۔ کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ یہ دوسری بار تھا کہ سب بیک وقت خاموش ہوئے تھے۔ شاہ ویز اور مراد نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ کیا یہ بھی اکرپٹ کا پارٹ تھا؟ اسکرپٹ تو پہلے ہی ختم نہیں ہو چکی تھی؟

"ہاں ہم وجیح سے نکاح کر دیتے ہیں۔۔ وجیح تو اپنا ہے نا۔۔ وجیح کبھی میری بیٹی کو رسوا نہیں کرے گا۔ ہماری عزت رہ جائے گی۔ ہماری بیٹی کی عزت رہ جائے گی۔" ابی جذباتی ہو گئے۔ عابد صاحب ابی کی طبیعت کی وجہ سے کچھ نہ بولے اور پھر اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں تھا۔ مراد اور شاہ ویز کو بھلا اس میں کبھی مضائقہ ہو سکتا تھا؟ وہ تو وجیح کو گھورنے لگے۔ وجیح نے کن انکھیوں

سے زمل کو دیکھا تو دنگ بیٹھی تھی۔ماحول گویا بدل ہی گیا۔آدھے گھنٹے میں جو نکاح سعد کے ساتھ ہونا تھا وہ وجیح کے ساتھ ہو گیا۔اس بار 'قبول ہے' بولنے کا سوچ کر بوجھ نہیں محسوس ہوا تھا۔اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"زمل اعوان ولد ریحان اعوان کیا آپ کو وجیح خان ولد جہانگیر خان پانچ لاکھ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول ہیں؟" یہ جملہ نہیں، سکون کی دستک تھی۔وہ اسے اپنی زندگی میں قبول کرتی آنکھیں موند گئی۔سارا بوجھ ہوا ہو گیا۔۔ساری تھکن اتر سی گئی۔نظریں حیا سے اٹھ کر وجیح کے چہرے پر پڑیں۔رباب بے پناہ خوش تھی۔اس کے ساتھ بیٹھی اسے چھیڑ رہی تھی۔یہ کایا کیسے پلٹی تھی؟وہ حیران تھی۔۔خدا کی مشکور تھی۔نکاح کے فوراً بعد دعا ہوئی تھی اور ماحول دوبارہ اچھا ہو گیا تھا۔وہ خاموش تھا۔زیادہ بولا نہیں تھا۔اسے نظروں ہی نظروں میں نہار تا رہا تھا۔وہ جاننا چاہتی تھی۔۔سوالوں کے جواب چاہتی تھی۔۔اسے وہ سب کیسے پتا چلا جو اس نے کبھی وجیح کو خود بتایا ہی نہیں۔اس کی داستان نے ایک نیا رخ لیا تھا۔ایک ایسا رخ جو پچھلے کافی پوائنٹس سے مختلف اور خوبصورت تھا۔

---☆☆☆---

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842